در کفِ جامِ شریعت، در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

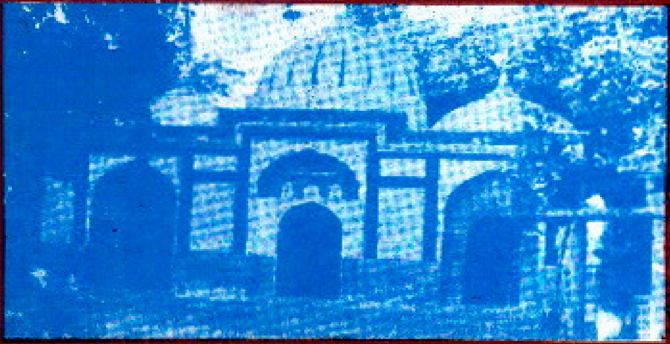

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۱۹-۲۲۰ جلد نمبر ۱۹

یکم تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۱ء شوال ۱۴۲۲ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	طارق سلطانپوری	۴
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۵
۴	حج بیت اللہ کا طریقہ	مدیر اعلیٰ	۹
۵	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	محبوب الٰہی عطا	۱۷
۶	حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر غلام سرور رانا	۱۸
۷	غزل	شہاب جعفری	۳۵
۸	شیخ کامل کی ضرورت	سید محمد انور شاہ قادری	۳۶
۹	غزل	بشیر احمد بشیر	۵۳
۱۰	موجودہ کلچر اور اسلامی معاشرہ	سید مجاہد حسین	۵۴
۱۱	استفتاء (غیر انبیاء کے ساتھ "علیہ السلام")	مفتی خلیل الرحمٰن قادری گلوزوی	۵۸
۱۲	تبصرہ کتب	سید محمد انور شاہ، علاء الدین عدیم	۶۱

شذرہ

بھارتی عزائم، تقاضۂ وقت کیا ہے؟

اقبال ریاض

قیامِ پاکستان کے وقت ہمارے ازلی دشمن بھارت نے وطنِ عزیز پاکستان کی سالمیت کو اس کے وجود میں آتے ہی تباہ کرنے اور نقصان پہنچانے کی جو سازشیں کیں اور جو ہتھکنڈے استعمال کئے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کشمیر کا المیہ اسی دور کی بھارتی سازشوں اور منصوبوں سے تعلق رکھتا ہے جس کے نتیجہ میں صرف گذشتہ دس گیارہ برس میں ۷۵ ہزار سے زائد کشمیری جدوجہدِ آزادی کی پاداش میں شہید کئے جا چکے ہیں۔ بھارت نے ۱۹۴۸ء کے بعد ۱۹۶۵ء میں بھی پاکستان کی سالمیت پر وار کیا لیکن پاکستانی فوج اور عوام کے مثالی اتحاد اور سرفروشی کے نتیجہ میں اسے منہ کی کھانی پڑی مگر ۱۹۷۱ء میں وہ اندرونی اور بیرونی سازشوں اور ہتھکنڈوں کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں کامیاب ہوگیا۔

بھارت نے گذشتہ کچھ عرصہ میں جبکہ نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا المیہ رونما ہوا ہے پاکستان کو دہشت گرد ثابت کرنے کی بھرپور کوششیں اور سازشیں شروع کر رکھی ہیں۔ ہوائی جہاز کے اغواء کے ناکام ڈرامہ کے علاوہ سرینگر اسمبلی کے باہر کار بم دھماکہ اور پارلیمنٹ کے دروازے پر فائرنگ اور ہلاکت کا ڈرامہ بھی بھارت کے انہی مذموم عزائم سے تعلق رکھتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ بھارتی حکومت پارلیمنٹ کے واقعہ کے لئے لشکرِ طیبہ اور جیشِ محمد کو ذمہ دار ٹھہراتی ہے لیکن کوئی بھی ثبوت پیش کرنے سے انکاری ہے اور اس سلسلہ میں غیر جانبدارانہ تحقیقات کی بھی مخالف ہے کہ کہیں اس کا یہ خود ساختہ ڈرامہ بے نقاب نہ ہو جائے۔ بھارت کی پاکستان دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور بھارت کی پارلیمنٹ سے متعلق حالیہ ڈرامہ میں اگر

ناکام بھی ہوگیا تو یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ وہ پاکستان کو دہشت گرد ثابت کرنے اور اسے نقصان پہنچانے کے لئے کوئی اور ڈرامہ سٹیج کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن جو قیام پاکستان کے وقت سے ہی اس ملک کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعہ کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی انتہائی کوشش کررہا ہے اور اس سلسلہ میں اس نے بھاری اور مہلک ترین ہتھیاروں کے ساتھ زبردست لاؤ لشکر بھی پاکستانی سرحدوں کے پاس جمع کردیا ہے جبکہ دوسری طرف کشمیر میں بھی قتل وغارت کا بازار گرم کئے ہوئے ہے۔

موجودہ حالات اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ پاکستان کی تمام سیاسی اور دینی جماعتیں اور عوام اپنے ہر قسم کے ذاتی، فروعی اور مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ہوجائیں کہ ملک کی سالمیت ہر شے سے زیادہ مقدم ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت پر بھی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس کے پیشِ نظر یہ ضروری ہے کہ تمام سیاسی اور دینی جماعتوں کے علاوہ عوامی تنظیموں کو بھی اعتماد میں لیا جائے۔

اگرچہ صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے حال ہی میں سیاسی جماعتوں اور تنظیموں سے رابطہ قائم کرکے انہیں صورتحال سے آگاہ کرنے کے بعد اعتماد میں لیا ہے تاہم انہیں باقی ماندہ سیاسی اور دینی جماعتوں سے بھی جلد رابطہ قائم کرنا چاہئے اور ملکی مفاد اور اس کی سالمیت کے تحفظ کی خاطر کسی پسند یا ناپسند کو معیار نہیں بنایا جانا چاہئے کہ یہ وطن ہم سب کا ہے جس کے سوا ہمارے لئے اور کوئی جائے پناہ موجود نہیں۔

نعت رسول پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شاعر بے نظیر محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

جس کا وظیفہ نام رسولِ کریم ہے
وہ زیرِ لطفِ عامِ رسولِ کریم ہے

نامِ خدا کے ساتھ ہی نام رسولِ ہے
کیا رفعتِ مقامِ رسولِ کریم ہے

مومن جو ہے، غلامِ رسولِ کریم ہے
ایمان، احترامِ رسولِ کریم ہے

جبریل کے لئے نہیں کچھ کم یہ افتخار
پیک خجستہ گام رسولِ کریم ہے

خوانِ کرم سے ایک زمانہ ہے فیض یاب
کیا حسنِ اہتمامِ رسولِ کریم ہے

دشمن جو تھے، عذاب سے وہ بھی بچے رہے
حفظ و اماں، قیامِ رسولِ کریم ہے

ہم جیسے رو سیہ رہیں محفوظ قہر سے
سب برکت قیامِ رسولِ کریم ہے

بعد از خدا جو نام میرے دل کو ہے عزیز
وہ پاک نام، نامِ رسولِ کریم ہے

طارقؔ پہ رشک کیوں نہ کریں خسروانِ دہر
یہ کمتریں غلامِ رسولِ کریم ہے

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا ط لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا وَاللہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ (۲۶۴) وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللہِ وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ کَمَثَلِ جَنَّۃٍ بِرَبْوَۃٍ اَصَابَھَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُکُلَھَا ضِعْفَیْنِ ج فَاِنْ لَّمْ یُصِبْھَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَاللہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (۲۶۵) اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ لا لَہٗ فِیْھَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ لا وَاَصَابَہُ الْکِبَرُ وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَآءُ صلے فَاَصَابَھَآ اِعْصَارٌ فِیْہِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ (۲۶۶)

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ دے کر برباد نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ پس اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان ہو جس پر ریت ہو پس اسے زور کا پانی پہنچا تو اسے صاف کر دیا جو کچھ انہوں (ریاکاروں) نے کمایا اس میں سے کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گے اور اللہ جل جلالہ کافروں کو ہدایت نہیں فرماتا (۲۶۴) اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور تا کہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں ایسی ہے جیسے کہ ایک باغ ہو جو بلند ہو،

اسے زور کا پانی پہنچے تو وہ دو چند پھل لاتا ہے۔ پس اگر اسے زوردار پانی نہیں پہنچتا تو اوس ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم عمل کرتے ہو، دیکھتا ہے (۲۶۵) کیا تم میں سے کوئی ایک چاہتا ہے کہ اس کے لئے کھجور اور انگور کا باغ ہو جس میں نہریں بہتی ہیں۔ اس میں ہر قسم کے پھل اس کے لئے موجود ہوں اور اسے بڑھاپا آجائے اور اس کے لئے کمزور اولاد ہو پس اس کو آگ کا بگولا پہنچا تو وہ (باغ) جل گیا اسی طرح اللہ جل جلالہ تمہارے لئے کھول کھول کر آیتیں بیان فرماتا ہے تا کہ تم فکر کرو (۲۶۶)

حل لغت: صَفْوَان: چٹان، صاف اور پتھر، صَفْوَانَةٌ اس کا واحد ہے۔ وَابِلٌ: زوردار پانی، موسلا دھار بارش، سخت بارش، اسم ہے، اس کا مصدر وَابُلٌ ہے موٹے قطروں کی بارش ہونا۔ صَلْدًا: صاف کر ڈالے، دھو ڈالے، اسی لئے رَأسٌ صَلْدٌ یعنی وہ سر جس پر بالکل بال نہ ہوں" [۱] ۔ بِرَبْوَةٍ: اونچی جگہ، بلند جگہ، ٹیلا، اسم ہے رِبَاً اور رَبُوٌّ سے مشتق ہے رُبیٰ اور رُبِیَ جمع ہے" [۲] ۔ طَلٌّ: اوس، شبنم، ہلکی پھوار، "طَلَّ الْاَرْضَ فَهِيَ مَطْلُوْلَةٌ" [۳] کے معنی زمین پر اوس پڑنے کے ہیں۔ اِعْصَارٌ: بگولہ اس کی جمع اَعَاصِرُ اور اَعَاصِيْرُ ہے۔

تفسیر: احسان جتانا اور احسان کو لوگوں کے سامنے مشتہر کر کے دُکھ دینا اور ریاکاری و دکھاوے کے لئے خرچ کرنا یہ ایسے اعمالِ سیئہ ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں برائی اور بداخلاقی پیدا ہوتی ہے اور جو سراسر تعلیمات اسلامی کے خلاف ہے۔ اسی لئے اس اہم مسئلہ پر قرآن مجید نے پوری توجہ دلائی ہے اور مثالیں دے کر سمجھایا ہے تا کہ یہ اعمالِ بد اس پاک اور ستھرے معاشرے میں پیدا نہ ہوں۔ چنانچہ آیہ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو احسان جتلاتے

۱: مفردات القرآن، امام راغب اصفہانی، مکتبہ قاسمیہ لاہور ۱۹۶۳ء، صفحہ ۱۸۸

۲: لغات القرآن، مولانا عبدالرشید نعمانی، جلد سوم، صفحہ ۶۰، مطبوعہ ندوۃ المصنفین ۱۹۴۳ء

۳: مفردات القرآن، بحوالہ بالا۔

ہیں، ریا کاری کرتے ہیں در حقیقت وہ ان اعمال کے ثواب سے محروم ہیں اور ان نیک اعمال کو برائی سے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ دراصل اللہ پر اور قیامت کے دن پر ان کا یقین نہیں کہ اللہ نیک اعمال کی جزا مرحمت فرماتا ہے اور بدی کی سزا کا مستوجب گردانتا ہے۔ غور کیا جائے تو صدقات دینا بڑی اہم نیکی ہے مگر اس نیکی کے کرنے کے بعد لوگ برائی پیدا کر کے نیکی کو ضائع کر دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک پتھر پر کچھ مٹی جمی ہو اور اس پر مسلسل موسلا دھار بارش برسے جس سے وہ پتھر بالکل دھلا دھلایا صاف ہو جائے۔ گویا اس پانی سے یہ فائدہ نہ ہوا کہ اس پر سبزہ اور پھل وغیرہ اگے ہوتے یعنی جب صدقہ کیا اور احسان جتا کر اور ریا و عُجب پیدا کر کے اس شخص کو جسے صدقہ دیا اذیت دی تو وہ صدقات برباد ہو گئے اور ان صدقات سے ان لوگوں کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا جیسے کہ پتھر کو اس پانی سے کوئی فائدہ نہ ہوا، ان لوگوں کا اللہ جل جلالہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہی نہیں تو ایسے بدکردار لوگوں کو اللہ تعالیٰ راہِ ہدایت نصیب نہیں فرماتا۔

اور اس کے مقابل میں جو لوگ اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان و ایقان رکھتے ہیں اور ہر لمحہ و ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مصروف رہتے ہیں تا کہ ان کو ثباتِ قلب نصیب ہو ان کی مثال کتنی عمدہ اور قابل فہم بیان فرمائی کہ جیسے ایک باغ ہو جو کہ بلند جگہ پر واقع ہو اور نرم و متوازن زمین رکھتا ہو تو اس پر موسلا دھار بارش برسے تو وہ زمین اس بارش کو قبول کرے اور وافر مقدار میں پھل اگائے لیکن اگر اسے بارش نہیں پہنچتی تو ہلکی بارش کی پھوار یا شبنم و اوس بھی اس کے پھل اگانے کو کافی ہے۔

یہی حال نیک لوگوں کے اعمال کا ہے جب نیک لوگوں کوئی صالح عمل سرانجام دیتے ہیں تو وہ در حقیقت اپنے نیک اعمال میں کثرت اور اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (۱۶۰ : الانعام)

یعنی جو ہمارے حضور میں اعمالِ حسنہ لے کر آیا تو اس کے لئے (ایک کے بدلے) دس گنا عطاو بخشش ہے۔

اسی لئے اللہ جل جلالہ نے یہاں فرمایا'' کہ اللہ جل جلالہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے یعنی تمہاری نیت بخیر ہے، تم میں ریا کاری نہیں، تم میں ایذا رسانی کا عنصر نہیں، احسان جتانا نہیں، تو ان اعمالِ حسنہ کا صلہ اللہ جل جلالہ تمہیں اس طرح دے گا کہ ان میں برکت ڈالے گا اور قیامت کے دن ان کا اجر زیادہ سے زیادہ مرحمت فرمائے گا۔

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ یہاں پر یہ بیان فرماتے ہیں کہ کیا تم میں سے کوئی شخص چاہے گا کہ اس کے لئے ایک ہرا بھرا باغ ہو، نہروں سے سیراب ہو، کھجوروں اور انگوروں اور انواع واقسام کے پھلوں اور میوؤں سے لدا ہوا ہو اور وہ باغ عین اس حالت میں آگ کے ایک تیز بگولے کی زد میں آ کر جھلس جائے، اس کے پھل میوے اور درخت سب کچھ خاکستر ہو جائیں جبکہ وہ شخص خود بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہو اور اس کے بچے کمسنی کی وجہ سے کسی قابل نہ ہوں یعنی نہ تو وہ خود ضعیفی کی وجہ سے از سرِ نو باغ لگا سکتا ہے اور نہ اس کی ذُرّیت اس قابل ہے کہ اس کام میں اس کی کوئی مدد کر سکے۔ گویا وہ اعمال حسنہ وہ نیکیاں وہ صدقات جن کے صلے میں اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں میسر آئیں۔ اچانک نیت کے بدل جانے سے وہ نیکیاں برائی کی صورت اختیار کر لیں تو وہ تمام نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اس باغ کی صورت میں بیان فرمائی ہیں چھین لی جائیں گی، کوئی بھی صاحب علم ودانش یہ گوارا نہیں کرے گا کہ ان نعمتوں پر زوال آئے۔ لہٰذا اللہ جل جلالہ نے دعوت فکر دی کہ غور کرو، نیکیوں کا اجر پانے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو تا کہ تمہارا معاشرہ تمام عالم میں ایک بہترین، بااخلاق اور مہذب معاشرے کے طور پر ابھرے جو کہ ان برائیوں سے پاک ہو۔

(جاری ہے)

حجِ بیت اللہ کا طریقہ

مدیر اعلیٰ

بیت اللہ شریف کا حج اسلام کا پانچواں رکن ہے اور یہ ہر اس عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس اس قدر سرمایہ ہو کہ وہ حج کے سفر کے اخراجات برداشت کر سکے نیز اپنے گھر والوں کے لئے اتنی رقم چھوڑ جائے جو اس کی واپسی تک ان کے اخراجات پورے کر سکے اور پھر حج پر جانے والے کو حج کے ضروری احکام اور بنیادی باتوں کے متعلق درج ذیل معلومات حاصل کرنی چاہئیں:

فرائضِ حج

۱: نیت کرنا

۲: احرام باندھنا

۳: عرفات کا وقوف کرنا

۴: طواف زیارت کرنا

۵: ترتیب کا قائم رکھنا یعنی ان فرائض کو اپنے اپنے مقرر وقت پر ترتیب کے مطابق ادا کرنا۔

واجباتِ حج

۱: احرام باندھ کر میقات سے گزرنا (انڈیا اور پاکستان والوں کے لئے یلملم مقامِ میقات ہے)

۲: طوافِ قدوم یعنی مکہ مکرمہ میں داخلہ کے بعد سب سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرنا

۳: سعی کرنا یعنی صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا

۴: سعی کی ابتداء کوہ صفا سے کرنا

۵: غروبِ آفتاب تک عرفات میں قیام کرنا اور یہاں پر ظہر و عصر کی نماز یکجا کر کے پڑھنا

۶: مزدلفہ میں قیام اور یہاں پر مغرب و عشاء کی نماز یکجا ادا کرنا

۷: رمی جمار یعنی شیطانوں کو کنکریاں مارنا

۸: قربانی کرنا

۹: حلق یا تقصیر کرنا یعنی سر منڈوانا یا بال کتروانا

۱۰: طواف وداع یعنی مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت آخری بار طواف کرنا

۱۱: ترتیب یعنی مندرجہ بالا واجبات کی ادائیگی میں ترتیب قائم رکھنا۔

فرائض وواجبات کے علاوہ حج کے سنن اور مستحبات بھی ہیں لیکن عام لوگوں کی سہولت کے لئے صرف فرائض وواجبات کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ فرائض تو لازمی طور پر ہر حاجی کو ادا کرنے ہیں البتہ اگر واجبات میں سے کوئی واجب رہ جائے تو اس کے بدلے میں ایک دم یعنی ایک جانور کی قربانی دینی پڑتی ہے۔

روانگی

جو شخص حجِ بیت اللہ شریف کا مصمم ارادہ کرلے تو وہ اپنے ساتھ خرچ کے لئے رقم لے اور اپنی واپسی تک گھر والوں کے اخراجات کے لئے مناسب رقم چھوڑے اور روانگی سے قبل اچھی طرح غسل کرے، زیرِ ناف وزیرِ بغل بالوں کی صفائی کرے، ناخن کاٹ لے اور دو رکعت نفل ادا کرے اور مقامِ میقات سے احرام کی حالت میں گزرے، انڈیا اور پاکستان والوں کے لئے میقات یلملم ہے۔

احرام

یہ دو سفید چادروں پر مشتمل ہوتا ہے، ایک چادر سے تہہ بند کا کام لیا جاتا ہے یعنی لنگی باندھ لی جاتی ہے جبکہ دوسری چادر جسم کے باقی حصے پر لپیٹ لی جاتی ہے اور سر و چہرہ کو برہنہ رکھا جاتا ہے اور یلملم کے مقام سے حجِ تمتع کی نیت کرے یعنی حج تمتع میں عمرہ و حج دونوں شامل ہوتے ہیں۔

نیت عربی میں

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْ ھُمَا لِیْ وَ تَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ – نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِھِمَا مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ

نیت اردو میں

اے اللہ میں خاص تیری رضا کے لئے عمرے وحج کا ارادہ کرتا ہوں۔ پس یہ دونوں میرے لئے

آسان فرما اور ان دونوں کو میری طرف سے قبول فرما، میں نے خالص اللہ عزوجل کے لئے عمرے اور حج کا احرام باندھا۔

تلبیہ

نیت کے بعد بلند آواز سے یہ تلبیہ پڑھنا شروع کر دے۔

لَبَّیکَ ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ ، لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ ،

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ، لَا شَرِیکَ لَکَ ،

یہ تلبیہ مقامِ میقات سے شروع کرے گا اور مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف پر نظر پڑنے تک اسے جاری رکھے گا۔

احرام کے دوران ممنوع امور

احرام باندھنے کے بعد درج ذیل امور سے مکمل باز رہیں:

۱: جنسی و بے ہودہ گفتگو اور مباشرت سے پرہیز کرے۔

۲: لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ اور سخت کلامی نہ کرے۔

۳: کسی بھی قسم کا شکار نہ کرے اور نہ ہی شکاری کی امداد کرے یہاں تک کہ مکھی، مچھر اور جوں کو بھی نہ مارے البتہ موذی اور ضرر پہنچانے والے جیسے سانپ، بچھو، چوہے اور کتے وغیرہ پر وار کر سکتا ہے۔

۴: دستانے، جراب یا موزے نہ پہنے اور جوتے بھی ایسے پہنے جن سے پاؤں کی پشت یعنی اوپر والا حصہ برہنہ ہو۔

۵: ناخن اور بال وغیرہ نہ کاٹے، کنگھی وغیرہ کرنے سے بھی پرہیز کرے۔

۶: خوشبو یا تیل وغیرہ نہ لگائے۔

۷: صابن وغیرہ کے ساتھ سر یا داڑھی کو نہ دھوئے۔

۸: سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے البتہ خواتین پہن سکتی ہیں۔

۹: حرم شریف کے درختوں اور گھاس وغیرہ کو کاٹنے سے پرہیز کرے اور حرم شریف کے پرندوں کو بھی

نہ ڈرائے نہ بھگائے۔

طواف

مکہ معظمہ پہنچ کر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کر کے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کرے

طواف کی نیت

اے اللہ میں خاص تیری رضا کے لئے بیت اللہ شریف کے سات چکر لگانے کی نیت کرتا ہوں تو اسے میرے لئے آسان فرما اور اسے میری طرف سے قبول فرما۔

طواف کا طریقہ

طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرے اگر ممکن ہو تو اسے بوسہ دے اگر ہجوم زیادہ ہو تو بوسہ دینے کی بجائے استلام کرے یعنی دور سے دونوں ہاتھوں کا اشارہ کر کے اپنے ہاتھوں کو چوم لے اور یہ کلمہ مبارکہ پڑھے

بِسمِ اللّٰہِ اللّٰہُ اَکبَرُ ط اللّٰہُ اَکبَرُ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ ط وَلِلّٰہِ الحَمدُ ط

طواف کے دوران یہ کلمہ مبارکہ اور دیگر دعائیں پڑھتا رہے اور جب رکنِ یمانی کے سامنے پہنچے تو وہاں سے حجر اسود تک یہ دعا پڑھتا رہے

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَادخِلنَا الجَنَّۃَ مَعَ الاَبرَارِ ط یَا عَزِیزُ یَا غَفَّارُ ط

اور جب دوسرے چکر میں حجرِ اسود کے سامنے پہنچے تو اسی طرح بسم اللہ پڑھ کر استلام کرے اور جب رکنِ یمانی کے پاس پہنچے تو وہی مذکورہ دعا پڑھتا رہے اس طرح سات چکر پورے کرے لیکن ایک بات کا خیال رکھے کہ ابتدائی تین چکروں میں دائیں بازو کو برہنہ کر کے چادر بائیں کندھے پر اوڑھ کر اپنی طاقت کے مطابق اکڑ کر چلے، باقی چار چکر اپنی عام چال کے مطابق پورے کرے اور اس تمام طواف کے دوران ذکرِ الٰہی، درود شریف اور دعائیں پڑھتا رہے، طواف مکمل کرنے کے بعد مقام ملتزم یعنی حجرِ اسود اور باب الکعبہ کے درمیان دیوار کے ساتھ لپٹ کر دعائیں مانگے اور مقام

ابراہیم علیہ السلام کے محاذ پر دو رکعت نفل ادا کرے پھر دعا مانگے اور مقام زمزم پر آ کر خوب آب زمزم پیئے یہاں تک کہ سیر ہو جائے، پھر سعی کرے۔

سعی کی نیت

اے اللہ میں خالص تیری رضا کے لئے صفا و مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر لگانے کی نیت کرتا ہوں تو اسے مجھ پر آسان فرما اور تو اسے میری طرف سے قبول فرما۔

سعی کا طریقہ

سعی کی ابتداء، کوہِ صفا سے کرنا چاہئے اور کوہِ صفا کے پتھروں پر چڑھ کر کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے دعا کرے اور نیت کر کے دعائیں کرتا ہوا اپنی عام مناسب چال سے کوہِ مروہ کی طرف روانہ ہو جائے، جب سبز بتیوں والے نشان پر پہنچے تو یہاں سے دوڑنا شروع کر دے اور سبز بتیوں کے دوسرے نشان تک دوڑتا چلا جائے اور اس کے بعد پھر اپنی مناسب رفتار سے چلتے ہوئے کوہِ مروہ پر آئے تو یہ ایک چکر پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ کوہِ مروہ پر چڑھ کر بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا کرے اور مروہ سے صفا کی طرف دوسرے چکر کے لئے روانہ ہو جائے، پھر سبز بتیوں کے نشان سے دوسرے نشان تک دوڑتا ہو جائے اور بعد ازاں اپنی عام رفتار سے چلتا ہوا کوہِ صفا پر آئے تو یہ دوسرا چکر پورا ہو جائے گا۔ اسی طرح سات چکر پورے کرے، گویا صفا سے شروع کرے گا اور مروہ پر ختم کرے گا اس عرصہ میں اپنے ماں، باپ، پیر استاد، رشتہ داروں، دوستوں اولاد اور تمام امت کے لئے دعائیں مانگتا رہے۔ سعی سے فراغت حاصل کر کے حلق کروائے یعنی سر منڈوائے یا تقصیر کرے یعنی بال کتروائے عورت کے لئے ایک یا دو بال کاٹنے ہی کافی ہیں۔ حجامت بنوانے کے بعد احرام کھول لے اور اپنے کپڑے پہن لے اور اس طرح حجِ تمتع کرنے والے کا عمرہ پورا ہو گیا اور اس پر احرام کی تمام پابندیاں بھی ختم ہو گئیں۔ اب یہ میقات سے باہر نہیں جائے گا، اپنے کپڑوں میں یہ آٹھ ذوالحجہ تک طواف بیت اللہ، قرآن کریم کی تلاوت، نوافل، ذکرِ الٰہی، درود شریف اور دیگر عبادات و دعاؤں میں مشغول رہے کیونکہ یہ موقع بڑا غنیمت ہے اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔

یوم ترویہ

یہ حج کا پہلا دن اور آٹھ ذوالحجہ ہے، اس روز نماز فجر کے بعد احرام باندھ کر بیت اللہ شریف آئے دو رکعت نفل ادا کرے، اگر طواف کرے تو بہتر ہے نہ کرے تب بھی اختیار رکھتا ہے اور پھر تلبیہ یعنی

لَبَّیکَ ۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ ۔ لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ ۔

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ۔ لَا شَرِیکَ لَکَ ۔

کہتا ہوا منٰی کی طرف چل پڑے، یہاں پر مسجد خیف میں پانچ نمازیں ادا کرے یعنی ظہر، عصر، مغرب و عشاء اور نو ذوالحجہ کی نماز فجر۔

یومِ عرفہ

نو ذوالحجہ کو جب سورج بلند ہو جائے تو منٰی سے میدان عرفات کی طرف روانہ ہو جائے اور مسجد نمرہ میں پہنچ کر خطبہ سنے جسے خطبہ حج کہا جاتا ہے اور اس کے بعد ظہر و عصر کی نمازیں یکجا با جماعت ادا کرے جسے جمع بین الصلوٰتین کہتے ہیں اور پھر میدان عرفات یا جبلِ رحمت پر وقوف کرے یعنی غروبِ آفتاب تک یہاں پر ٹھہرے۔ غروب آفتاب تک دعاؤں، ذکرِ الٰہی، اور استغفار میں مشغول رہے۔ یاد رہے کہ تلبیہ میدان عرفات میں پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے اور یہاں پر خطبہ حج کا سننا ظہر وعصر کی یکجا نمازیں پڑھنا اور غروبِ آفتاب تک ٹھہرنا حج کا مرکزی اور اہم ترین رکن ہے۔

مزدلفہ کی روانگی

غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہو جائے گا اور نمازِ مغرب نہ یہاں پڑھے گا نہ راستے میں بلکہ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں یکجا ادا کرے گا اور رات کا کچھ حصہ عبادت کر کے سو جائے گا اور نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد یہاں سے کھجور کی گٹھلی کی مانند چھوٹی چھوٹی ستر (۷۰) کنکریاں جمع کرے گا جن کے ساتھ رمی جمار کرے گا اور جب سفیدی اچھی طرح پھیل جائے تو طلوع آفتاب سے چند منٹ قبل دس ذوالحجہ کو مزدلفہ سے منٰی کی طرف روانہ ہو جائے گا۔

رمئی جمار

منٰی میں پہنچ کر اسی دن یعنی دس ذوالحجہ کو جمرہ اولیٰ یعنی پہلے شیطان کو سات کنکریاں مارے گا

باقی دونوں شیطانوں کو اس دن کنکریاں نہ مارے بلکہ اگلے دن یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کو پہلے، دوسرے اور تیسرے تینوں شیطانوں کو سات سات کنکریاں روزانہ مارے گا اور ہر ایک کنکری مارتے وقت یہ پڑھے گا۔ بِسْمِ اللہِ اَللہُ اَکْبَرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ

بہتر یہ ہے کہ رمئی جمار زوال آفتاب کے بعد کرے۔

یوم النحر

دس ذوالحجہ کو جمرہ اولی یعنی صرف پہلے یوم النحر شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد حسب توفیق قربانی کرے گا، اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔

حلق یا تقصیر

قربانی سے فارغ ہونے کے بعد حلق کروائے یعنی سر منڈوائے یا تقصیر کروائے یعنی بال کتروائے اور احرام کھول کر اپنے کپڑے پہن لے، اس طرح احرام کی تمام پابندیاں سوائے بیوی کے ساتھ مباشرت کے ختم ہو جاتی ہیں۔

طواف

حلق یا تقصیر کروانے کے بعد اپنے کپڑوں میں بیت اللہ شریف کا طواف کرے اور طواف کے ساتوں چکر اسی طرح پورے کرے جس طرح ابتداء میں بتایا جا چکا ہے، طواف کے بعد دو رکعت نماز مقامِ ابراہیم کے محاذ میں ادا کرے اور ملتزم پر آ کر دعا کرے اور پھر خوب سیر ہو کر آب زمزم پیئے اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اور اسی دن واپس منیٰ آئے یہاں پر دو تین دن قیام کرے اور ہر روز زوال آفتاب کے بعد رمئی جمار کرے جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ منیٰ میں دو یا تین دن گزارنے کے بعد یہ واپس بیت اللہ شریف آئے اور طواف وداع کرے، اب یہ حلال ہے یعنی میقات سے باہر جا سکتا ہے، یہ حج تمتع کا طریقہ ہے۔

یاد رہے کہ اگر حج کے دوران حاجی صاحب سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جائے مثلاً احرام کے دوران سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، سر کو ڈھانپ لیا، بال کٹوائے، ناخن کاٹے، خوشبو کا استعمال کیا،

یا حرم شریف کے درخت، پودے یا گھاس کاٹی یا پرندوں کا شکار کیا تو اس جرم کے بدلے میں اسے ایک جانور کی قربانی کرنا پڑے گی اور اس قربانی کا گوشت وہ خود استعمال نہیں کرے گا۔

مدینہ منورہ کی روانگی

حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کا قصد کرے اور سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین حضرت احمد مجتبیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے شہر مبارک سے باہر غسل کرے یا وضو کر کے پاکیزہ لباس پہنے اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ درود و سلام پڑھتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہو اور اسی طرح درود و سلام پڑھتے ہوئے باب السلام کی طرف سے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو اور دو رکعت تحیت المسجد کے نفل ادا کرے اور پھر ریاض الجنۃ کے ہر ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر دو دو رکعت نفل ادا کرے۔ بعد ازاں پیارے محبوب سید عالم و عالمیان جناب رسول کریم ﷺ کے مواجہ شریف کی طرف کھڑے ہو کر نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرے اور اگر مناسب موقع میسر آئے تو ادب واحترام کے ساتھ جالی مبارکہ کو بوسہ دے اور پھر خلیفہ اول امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کرے پھر خلیفہ ثانی حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کرے، پھر مقامِ تنزیل قرآن پر دو نفل ادا کرے، پھر حضور ﷺ کے روضۂ اقدس کے باہر کی طرف کھڑے ہو کر دو رکعت نفل ادا کرے اور درود و سلام عرض کرتا رہے اور اپنے والدین، اولاد، رشتہ داروں اساتذہ و مشائخ ملک و قوم اور امتِ محمدیہ ﷺ کے لئے خوب دل کھول کر دعائیں مانگے اور مدینہ منورہ میں جتنے دن رہنا نصیب ہوں تو اسی طرح حاضری دیتا رہے اور بہتر یہ ہے کہ کہ ہر نماز کے دخول کے وقت سے دوسری نماز تک اعتکاف کی نیت سے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو اور مدینہ منورہ میں جو آثار و مزارات مقدسہ ہیں ان کی زیارت کرے اور قیامِ مدینہ منورہ میں کثرت سے درود و سلام پڑھتا رہے۔

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محبوب الٰہی عطاؔ

سخت رنجور ہوں، عاصی ہوں، خطار کار ہوں میں
اپنے دامن میں چھپا لو کہ گنہگار ہوں میں

میں کہاں اور کہاں آپ کا دربار، حضور
کرمِ خاص ہے جو حاضرِ دربار ہوں میں

بے سہارا ہوں نہیں کوئی سہارا میرا
مدد ایسے میں ہو بے یار و مددگار ہوں میں

میرے سرکار کریں چشمِ عنایت مجھ پر
آپ کی چشمِ عنایت کا طلب گار ہوں میں

جلوہ فرما ہے خدا آپ کی صورت میں حضور
اس لئے آپ کی صورت کا پرستار ہوں میں

اے عطاؔ ناز مجھے کیوں نہ پھر اس بات پہ ہو
خوش نصیبی سے سگِ کوچہ سرکار ہوں میں

امام العارفین شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر غلام سرور رانا

گورنمنٹ کالج لاہور

حامداً و مصلیاً مخدوم الاولیاء سلطان الاصفیاء حضرت قبلہ عالم امام العارفین حجۃ الکاملین شیخ جنید پشاوری قدس سرہ العزیز اس قدسی گروہ کے سرخیل ہیں جو حضور پُر نور شافع یوم النشور رحمت عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال محبت اور اتباع سے ولایتِ الٰہیہ کے بلند و برتر مقام پر فائز المرام ہو کر نیابتِ جلیلہ کے عالی منصب پر سایہ فگن اور متمکن ہوئے۔ کائنات کی ہر چیز میں ذات حق کا مشاہدہ آپ پر غالب تھا جسے تصوف کی اصطلاح میں فنافی اللہ کہا جاتا ہے اور یہ مقام اس وقت تک نہیں ملتا جب تک انسان اپنی صفات کو صفات حق میں فنا نہ کر دے۔

مابعد بقاباللہ کا مقام خاص ہے جس کا مطلب ہے فنا کے مستغرق پن سے نکل کر اپنی خودی میں واپس لوٹ آنا اور حقِ عبودیت ادا کرنا کیونکہ زبدۃ السالکین حجۃ الکاملین، سند الواصلین، مظہر العلوم الخفیہ والجلیہ سیدنا حضرت ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ''تصوف کا انکار ساری شریعتِ مطہرہ کا انکار ہے''۔ صوفیائے عظام نے برصغیر پاک وہند کے ظلمت کدوں کو نور اسلام سے منور کیا اور اپنے قول و فعل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا اور انہی کاملین کی بے لوث خدمت اور مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ برصغیر پاک وہند میں لاکھوں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، ان کے مزارات پُر انوار نہ صرف علوم ظاہری کی یونیورسٹیاں بلکہ تہذیب الاخلاق اور تزکیہ نفس کی تربیت گاہیں بھی تھیں۔ ہر قسم کے جرائم میں ملوث اور اخلاقی کوتاہیوں کے مرتکب جب ان کی خدمت اقدس میں آ جاتے، نگاہ کیمیا اثر سے ان کی کیفیت بدل جاتی، دل بیدار ہو جاتے، کایا پلٹ جاتی، ان کے دکھوں کا مداوا ہو جاتا کیونکہ فقراء کی زبان قدرت الٰہی کی زبان ہوتی ہے۔

حضرت شیخ جنید پشاوری نے تصوف کو غیر اسلامی اثرات سے پاک کر کے ملت اسلامیہ کے فکر کو ایک نئی جہت اور تازہ جلا بخشی اور کمال بستگی اور جانکاہی سے گمراہوں کو راہ ہدایت دکھائی۔

Sufism is the easiest,simpiest,quickest and the most successful of all mystical systems in the world. It advocates full participation in the wordly affairs unlike other mystical disciplines which are characterised by world renunciation and asceticism.

علم کے بارے میں حضرت رومی فرماتے ہیں

علم را بر تن زنی مارے بود علم را بر جاں زنی یارے بود

اسلامی تصوف کے دو پہلو ہیں: ایک نظری اور ایک عملی، تصوف عملی در حقیقت حضور سرور دو عالم ﷺ کی انتہائی خلوص کے ساتھ کامل و اکمل پیروی کا نام ہے اور تصوف نظری دراصل نہ صرف توحید پر صدق دل سے ایمان لانے بلکہ علم الیقین کے ساتھ ساتھ عین الیقین اور حق الیقین بھی حاصل کرنے کی ایک صورت ہے۔ جس طرح حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے خدا کو خدا سے جانا"۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کیا خوب کہا ہے

کعبہ بُن گاہ خلیل اکبر است دل گزر گاہ جلیل اکبر است

دل بدست اورد کہ حج اکبر است از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

یہ تمام پہلو حضرت قبلہ عالم حجۃ الکاملین شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ جن پر قطبِ دوراں غوثِ زماں حضرت شیخ میاں عبدالحیٰ سندھی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت تھی کہ آپ کو بحرِ معانی اور سنگِ پارس کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، اوڑھنا، بچھونا، چلنا، پھرنا سنتِ رسولِ مقبول ﷺ کے مطابق تھا۔ موصوف ممدوح صحیح معنوں میں ولی کامل و اکمل تھے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے جو تصوف کی تعریف میں کہا تھا "تصوف یکسو نگریستن و یکساں زیستن است" تو انہیں درج بالا دو پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

Shiekh Basher Hafi says that the sufi is he who loves God in terms of the following verse.

صاف شو باحق نہان و آشکار   صوفیان صاف را ایں ست کار

Keep loving God day and night,this is the business of the Sufi.In reality Tasawwuf means sincere devotion to God. The Prophet Muhammad (peace be upon him) defined "ihsan" in the following words

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

Worship God like you see Him, if you can not see Him, He sees you.

من تصوف و لم یتفقہ فقد تزندق و من تفقہ و لم یتصوف فقد تفسق و من جمع بینھما فقد تحقق

He who indulges in Tasswwuf without knowledge goes astray.He who learns knowledge without Tasawwuf sins, he who combines both reaches the truth.

حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت غوث اعظم سید الاولیاء ﷺ فرماتے ہیں

ولانی علی الاقطاب جمعاً   فحکمی نافذٌ فی کل حال

ترجمہ: اور مجھے اللہ تعالیٰ نے جملہ اولین وآخرین اقطاب زمانہ کا ابدی والی ودوامی غوث بنادیا ہے اور میرا یہ حکم ہر زمانہ حال، ماضی اور مستقبل میں نافذ وجاری رہے گا۔

The Tawakkal (dependence on God) means putting all ones affairs in the hands of God. God has said in the Holy Quran-- 65:2 "whoever fears God, God finds a way out of his troubles for him and bestows on him livelihood from whence he least expected it. and who ever trust in God, God is sufficient for him, He executes

his plan and has prefixed a quantity for all things"

حضرت قبلہ عالم امام العارفین حجۃ الکاملین شیخ جنید پشاور رحمۃ اللہ علیہ میں یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

عقل کو نہ ملی دولتِ عرفانِ محمد عشق کے ہاتھ یہ نایاب خزینہ آیا

علامہ اقبال کیا خوب فرماتے ہیں

گرد تو گردد حریم کائنات از تو خواہم یک نگاہ التفات

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے گرد تمام کائنات گردش کرتی ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نظرِ لطف کا طالب ہوں۔

تصوف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ لفظ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رائج نہ تھا۔ اس طرح تمام اسلامی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، معانی، بیان اور صرف ونحو غیر اسلامی ٹھہرے۔ استدلال کے طور پر کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ہمہ وقت جہاد میں مصروف تھے اور ان علوم کو مرتب کرنے کے لئے وقت نہ تھا لیکن یاد رہے کہ جب یہ زمانہ ختم ہوا جسے جہاد کہتے ہیں تو صحابہ کبار، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم ان علوم کی طرف متوجہ ہوئے جنہوں نے قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر اور معانی ومطالب بیان کئے وہ مفسرین کہلائے۔ جنہوں نے حدیث پر کام کیا وہ محدثین کے نام سے موسوم ہوئے اور جنہوں نے اسلامی قانون پر کام کیا وہ فقہاء کہلائے اور ان کے مرتب شدہ علم کو فقہ کہا گیا اور جنہوں نے اصحابِ صفہ کی طرح تزکیۂ نفس اور روحانیت میں مقام حاصل کیا وہ صوفی کہلائے اور اس علم کو تصوف کے نام سے موسوم کیا گیا۔ لہٰذا صحابہ کرام وعظام بہت بڑے مفسر، محقق، محدث فقیہہ اور صوفی باصفا تھے لیکن ان ناموں سے یاد نہیں کئے جاتے تھے۔ بالفاظ دیگر ان کے ہاں حقیقت تھی، رسم یا نام نہیں تھا، آج کل نام ہے حقیقت سے عاری ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے، فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے'' اسی لئے فقیر دنیا کو دنیا کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

درج بالا استدلال کی روشنی میں عملی تصوف ایک لحاظ سے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی حیات طیبہ کے ظاہری پہلو یعنی نبوت سے متعلق ہے اور نظری تصوف آپ ﷺ کی نبوت اقدس کے معنوی پہلو یعنی ولایت سے وابستہ ہے۔ دونوں ہی حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ کی ذات والا صفات کے نور اقدس سے تصوف کا رخ مکہ معظمہ اور مدینہ عالیہ کے اس رحمت للعالمین ختم المرسلین ﷺ کے نقش قدم سے وابستہ ہے جسے دشمن صادق اور امین کے القاب سے یاد کرتے ہیں اور قرآن مجید فرقان حمید جن کے اسوہ حسنہ کی اس طرح گواہی دیتا ہے انک لعلی خلق عظیم اور امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب قصیدہ بردہ شریف اسی اخلاق کے بارے میں اس طرح رطب اللسان ہیں

فاق النبین فی خلقٍ و فی خُلُق ولم یدانوہ فی علم ولا کرم

اور تصوف کا دوسرا رخ "لی مع اللہ اور" قاب قوسین" کا عکس ہے جس کی حقیقت کا آئینہ حقیقت محمدیہ ﷺ "کنت کنزاً مخفیاً اور لولاک لما خلقت الافلاک" سے ضیاء حاصل کرتا ہے۔ تصوف عملی نے اخلاص فی العمل سے حقیقی پاکیزگی یعنی نفس، قلب اور روح کا سامان پیدا کیا اور تصوفِ نظری نے اہل اللہ کے قلوب میں عشقِ حق اور عشقِ رسولِ مقبول ﷺ کے چراغ روشن کئے اور یہ فانوس و چراغ یحبہم و یحبونہ اور قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کی کرنوں سے منور روشن ہیں، بقول حضرت علامہ

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں ذرا کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغناء

The sufi is one who has reached the destination by rising above human propensities and getting lost in God (fana filallah) and abiding by Him (baqi billah). Mutaswif is one who is still trying to reach the destination by self mortification. Mustasawwif is a fake sufi who dresses and behaves like sufi to earn money.

پروفیسر خلیق احمد نظامی فرماتے ہیں "امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے

تصوف کو اسلامی شریعت سے قریب لانے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے" حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات میں بڑی صفائی اور انداز بیان میں بڑی گہرائی ہے۔ تصوف کی کتابیں اب تک عربی ہی میں تھیں اس لئے عوام کو استفادہ کا موقع بہت کم ملتا تھا۔ یہ پہلی کتاب ہے جو زبان فارسی میں لکھی گئی ہے۔ حقیقی تصوف کو عوام تک پہنچانے میں اس کتاب کا بڑا حصہ ہے۔ شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نے ایک طرف تصوف سے متعلق عوام کی غلط فہمیوں کو دور کیا، دوسری طرف اس کی ترقی کی راہیں کھول دیں۔

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف منیف "کشف المحجوب" جو کہ تصوف کا انسائیکلوپیڈیا ہے میں فرماتے ہیں "فقر وہ نہیں کہ اسکا ہاتھ متاع اور توشہ سے خالی ہو بلکہ فقیر وہ ہے کہ جس کی طبیعت مراد سے خالی ہو" نتیجتاً فقر محض فاقہ کشی کا نام نہیں بلکہ دنیوی اغراض و مقاصد، جاہ و جلال، حرص و لالچ اور ہوس کو اپنے قریب نہ پھٹک دینے کا نام ہے۔ یہ تمام تر اوصاف اور خوبیاں مشائخ قادریہ جنیدیہ قدیم و جدید میں بالعموم اور حضرت قبلہ عالم امام العارفین حجۃ الکاملین شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ میں بالخصوص موجود تھیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت و خلافت: حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی جب عمر عزیز ۳۴ برس کی تھی تب آپ نے حضرت شیخ میاں عبدالحی سندھی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر ۱۱۰۳ھ بمطابق ۱۶۸۳ء کو بیعت کی۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند — کہ روند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان — می برد وسوسہ خلوت فکر چلہ را

ترجمہ: حضرات نقشبندیہ عجب قافلہ کے سالار ہیں کہ اپنے طلباء کو بڑے پوشیدہ طریقہ سے حرم تک لے جاتے ہیں۔ ان کی محبت کی کشش سالک کے قلب سے خلوت کے خیال اور چلہ وغیرہ کی فکر کو مٹا دیتی ہے۔ کثرت عبادت و نوافل، تہجد، مقراقبات و وظائف کی وجہ سے آپ کو ہمہ وقت روحانی حضوری رہتی اور مرشد عالی مقام کے آرزوئے دیدار میں مضطرب رہتے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بساکیں دولت از گفتار خیزد

یعنی دیدار سے نہ صرف عشق ہی پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کی باتوں سے اور بہت کچھ پیدا ہوتا ہے۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شبانہ روز زہد و تقویٰ اور ریاضات و مجاہدات کے باعث جملہ منازل تصوف طے فرمالیں تو مرشدِ کامل و اکمل حضرت شیخ قبلہ عالم میاں عبدالحی سندھی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خرقۂ خلافت سے فیض یاب فرمایا کیونکہ آپ بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ دفتر اول حصہ سوم صفحہ ۳۲ مکتوب نمبر ۱۵ "جب کوئی سائل کسی درویش کی خدمت میں جائے تو اسے چاہئے کہ خالی ہو کر جائے تاکہ بھرا ہوا واپس آئے" یہی حال حضرت جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ اب آپ کی حالت درج ذیل اشعار کی عکاسی کرتی تھی بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ آپ فنافی الشیخ کی منزل بھی طے کر چکے تھے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

حضور قبلہ حضرت شیخ میاں عبدالحی سندھی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پر ملال حیدرآباد میں ۱۱۸ سال میں عمر میں ۱۱۷۱ھ بمطابق ۱۷۶۹ء ہوا۔

صورت از بے صورتی آمد بروں باز شد انا الیہ راجعون

ترجمہ: دنیائے عدم سے ایک نقش عالم وجود میں آیا اور پھر واپس اللہ جل مجدہ کی طرف لوٹ گیا۔

اس وقت آپ کی عمر عزیز ۴۸ سال کی تھی اور آپ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ نے سندِ خلافت حضرت شاہ عبدالکریم رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرماتے ہوئے سجادہ نشینی کے منصب جلیلہ پر فائز المرام فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ مدینۃ الاولیاء ملتان شریف تشریف لے آئے۔ جنوبی پنجاب میں صرف پانچ دریا ہی نہیں ملتے بلکہ پنجند کے مقام پر مسلم تہذیب و ثقافت کے انمول خزانے اوچ شریف کی صورت میں آج بھی موجود ہیں جو ملتان سے پچاسی میل کے فاصلہ پر پرانی اسلامی تہذیب کے خدوخال سمیٹے ہوئے آج بھی تعمیر کے فن اور محرابوں اور عمودی طرز کے

ستونوں کو محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ مائی جوندہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جلال الدین سرخ بخاری نور اللہ مرقدہ اور حضرت پیر مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر انوار روحانیت کے مساکن ان گنت تعمیراتی حسن کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

تیرے در و بام پر وادی ایمن کا نور　　تیرا مینار بلند جلوہ گر جبرئیل

ملتان تاریخ میں ایک ایسا شہر ہے جو متواتر بطور ایک living city کے ہر عہد میں زندہ و تابندہ رہا اور اپنے وجود کا اظہار ایک زندہ حقیقت کی طرح کرتا رہا۔

Mutlan stands out as one o the most ancient cities of the Sub Continent. Its history mingles with pre history and facts embraces legends Multan, however is not known rich cultural heritage and historic land marks. The importance also lies in th mighty stride it has taken recent years in the field of development.

جس لگن، محنت اور خلوص سے یہاں توحید و رسالت و روحانیت اور عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور احترام بزرگانِ دین کا درس ملا ہے اسی لئے شہبازِ عظیم حضور بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فریدا من نوں مار کے منج کر کے کٹ　　بھرے خزانے رب دے جو بھاوے سو لٹ

اسی طرح

فریدا روٹی میڈی کاٹھ دی لاوے میری بھک　　جنہاں کھادی چوپڑی ڈاہڈا کھاسن دکھ

ملتان شریف کا رنگ اسلامی مزاج میں ڈھلا ہوا ہے اسی لئے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ملتان ما بہ جنت اعلیٰ برابر است　　آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ می کنند

لیکن عوام کی زبان پر یہ شعر شہرت کا باعث بنا

چہار چیز است تحفہ ملتان　　گرد، گرما گدا و گورستان

اسد ملتانی اسلامی ذکر اور ملتان شریف کے ورثے کے بارے میں اپنے ہی رنگ میں فرماتے ہیں

اے ویلا نور حضور دا ہے گھر گھر جلوہ کوہ طور دا ہے
اٹھی غافل نندر نہ پیاری کر اٹھی رب دی خدمت گاری کر
اٹھی روزے دی تیاری کر تھیا ویلا نور سحور دا اے

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ عروس البلاد لاہور کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "بلدہ لاہور در مضافات ملتان است"۔

سلسلہ عالیہ قادریہ میں تجدید بیعت: اسلامی تہذیب کا اولین گہوارہ ہونے کا اعزاز ملتان شریف ہی کو حاصل ہے۔ مدینۃ الاولیاء ملتان اسلامی ورثہ کا باب اول ہے۔ اساس پاکستان ہے، اسلامی نظریاتی مملکت پاکستان کا دل اور مسلمانوں کے ذہن اور عمل کا منفرد شاہکار ہے، اس وقت حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں شیخ طریقت تھے۔ آپ نے ان کے دستِ حق پرست پر تجدید بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ میں کی۔ کچھ عرصہ آپ نے مرشد کامل و اکمل کی صحبتِ عالیہ میں بسر کیا جب سلوک کی منازل طے فرمالیں تو مرشدِ عالی نے خلافت کے عظیم منصب جلیلہ سے سرفراز فرمایا۔

قادری را قرب حق باشد عطا شد مشرف روح با شرف لقا

قادری مرشد کی قوت تسخیر کے بارے میں حضرت سلطان الفقر سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قادری مرشد کے ہر دو جہان جن و انس تابع و غلام ہیں" مزید فرماتے ہیں "قادری طریقہ آفتاب کی طرح ہے اور دوسرے طریقے چراغ کی مانند۔ پس چراغ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے روشن ہو"۔ آپ کے بقول گو سب طریقے اپنے آپ کو محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مشرب بتاتے ہیں کیونکہ سب اسی پاک شجر طوبیٰ کی شاخیں ہیں اور اسی سے نکلتے ہیں لیکن دراصل محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مشرب صرف طریقہ قادری ہی ہے اور بس باقی سب طریقے اس کے تابع

اور فروع ہیں ہیں جیسا کہ اس پاک طریقے کے سردار اور عظیم پیشوا سلطان الاولیاء محبوب سبحانی، قندیل نورانی، ہیکل یزدانی، قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں

و کل ولی لہ قدم و انی علی قدم النبی بدر الکمال

ترجمہ: ہر ولی کا ایک خاص قدم ہے لیکن میرا قدم اپنے جد امجد حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے قدم پر ہے اور جس طرح حضور سید الانبیاء ہیں اسی طرح حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم سید الاولیاء ہیں۔ جب شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ قادری مشرب سے سیر ہو گئے تو حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان سے پشاور جانے کے لئے فرمایا۔ آپ رسالت مآب ﷺ کی اس حدیث کی عملی تفسیر تھے یعنی شریعت میرے اقوال کا نام ہے، طریقت میرے اعمال کا نام ہے، حقیقت میرے باطنی احوال ہیں اور معرفت میرا راز ہے۔

ملتان شریف میں آپ کے مرشد کامل کو "پیر در بر شاہ" کے نام نامی اسم گرامی سے پہچانا جاتا ہے آپ کا مزار اقدس مدرسہ حامدیہ نزد حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ رکن عالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے عالیشان مزارات پُر انوار کے قریب ہے۔ سرزمین ملتان وہ سرزمین ہے جہاں غوث، قطب، ابدال، شیخ الاسلام، علماء کرام، فضلاء اور اولیاء کبار کے مزارات پرانوار اور مدرسے موجود ہیں، علم و دانش کے میکدے آباد ہیں، فکر و نظر کے آستانے موجود ہیں اور بقول البیرونی "ملتان مرکز علم و دانش ہے"۔

ملتان شریف سے روانگی کے بعد سیر و فی الارض کے مطابق آپ نے افغانستان میں قدم رنجہ فرمایا۔ وہاں آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خوب نشر و اشاعت فرمائی۔ آپ صحیح معنوں میں المرید لا یرید کی عملی تفسیر تھے یعنی مرید وہ ہے جو کسی بات کی خواہش نہ رکھے۔

پشاور میں آپ کا تقرر حضرت ابو البرکات سید حسن بادشاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا وصال ۱۱۱۵ھ اور حضرت حافظ عبدالغفور نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۱۶ھ کے بعد ہوا، یہ تقرری روحانی طور پر تھی۔ آپ نے اس جگہ پر قیام فرمایا تھا جہاں پر آپ کا مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔

آپ سادات کرام کا نہایت ہی احترام اور توقیر وعزت کرتے تھے کیونکہ بقول مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ''حضور پرنور رسالت مآب ﷺ کا فرمان اقدس ہے کہ اپنی اولاد کو تین باتیں سکھاؤ: (۱) حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت۔۲: اہل بیت اطہار کی محبت۔۳: قرآن مجید کی تلاوت''۔

آپ طالب المولیٰ تھے، حدیث شریف میں ہے طالب الدنیا مخنث و طالب العقبی مؤنث و طالب المولی مذکر یعنی دنیا کا طالب ہیجڑا ہے، عقبیٰ کا طالب عورت کی مثال ہے اور مولیٰ کا طالب مرد ہے کیونکہ اس پر نظر ہوتی ہے نظر کی سات قسمیں ہیں

نظر اللہ، نظر محمد رسول اللہ ﷺ، نظر اصحاب ہدایت اللہ، نظر فقر ولی اللہ، نظر نفس، نظر دنیا، نظر شیطان لیکن نظر مولیٰ سے سے اعلیٰ اور افضل ہے۔

راقم الحروف نے آپ کے دربار دُربار پر حاضری کا شرف محترم جناب جمیل صاحب انجینئر کی موجودگی میں حاصل کیا ہے۔ایک خاص ہی سرور کیف ومستی کا عالم ہے، حضرت علامہ فرماتے ہیں:

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

جب انسان اس راستے میں گامزن ہو جاتا ہے تو ایک مقام آتا ہے جس کے بارے میں حضرت علامہ کہتے ہیں

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

جس طرح علم کے حصول کے لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عرفان کے حصول کے لئے مرد کامل واکمل کی ضرورت ہوتی عرفان کی تبلیغ ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن اس کی اہلیت کے لئے خود عارف ہونا ضروری ہے۔

کیے ہیں فاش رموزِ قلندری میں نے کہ فکر مدرسہ و خانقاہ ہو آزاد

سب سے پہلے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ جن کے والدین ایرانی اور عیسائی تھے بغداد شریف

میں صوفیانہ عبادت کا سلسلہ شروع کیا، آہستہ آہستہ یہ سلسلے باقاعدہ brotherhood کی شکل اختیار کر گئے ۸۱۵ء میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پر ملال ہوا۔ بغداد شریف سے قادریہ سلسلہ کا آغاز ہوا اور یہ سلسلہ عالیہ جنیدیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ امام العارفین حجۃ الکاملین سند الواصلین حضرت علی بن عثمان الہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ بھی جنیدیہ ہے اولیاء اللہ کے ساتھ کچھ عرصہ صحبت رکھنا سو برس کا متقی ہونے سے بہتر ہے

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اسی سورہ یونس میں ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون ۔اولیاء کاملین کی صحبت میں بڑی برکات ہیں، اس کے بارے میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے لا یشقی جلیسھم یعنی ان کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان عارفین کاملین کی خدمت اقدس میں بغیر وضو حاضری دینا خلاف ادب ہے ان کی خدمت میں بیٹھنا ہی عبادت ہے اور حاضرین کو ان کی صحبت سے فیضان حاصل کرنا چاہئے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا کہ جب میں حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، آپ خاموش رہے اور کوئی کلام نہ فرمایا جب اس کا ذکر مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوا تو آپ نے فرمایا ''جو شخص ہماری خاموشی سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتا وہ کلام سے کیا حاصل کرے گا۔ اس سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ اولیاء کرام وعظام خواہ کلام فرمائیں خواہ خاموش رہیں توجہ باطنی سے حاضرین کے قلوب کا تزکیہ فرماتے رہتے ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب پہلی بار حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دل میں خیال کرلیا کہ جو بات شیخ اسلام کی زبان سے سنوں گا اسے قلمبند کرتا جاؤں گا ابھی یہ بات میرے دل میں گزری ہی تھی کہ حضور نے فرمایا کہ مرید کے لئے بڑی سعادت ہے کہ جو کچھ اپنے پیر کی زبان سے سنے گوش ہوش اس کی طرح لگائے اور اس کو لکھتا جائے، ہر حرف کے بدلہ ہزار برس کی طاعت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور مرنے کے بعد علیین میں جگہ پاتا ہے۔ چنانچہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ

کامل کے ملفوظات جمع کئے اور ان کا نام ''راحت القلوب'' رکھا۔ اسی طرح حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا نام ''دلیل العارفین'' رکھا۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جو ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے جمع کئے ان کا نام ''فوائد السالکین'' رکھا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے جو ملفوظات حضور خواجہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے جمع کئے ان کا نام ''راحت المحبین'' اور ''افضل الفوائد'' ہے۔ حضرت مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ داماد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جو ملفوظات جمع کئے ان کا نام ''اسرار الاولیاء'' ہے۔

حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق تھا۔ آپ یبیتون لربھم سجدا و قیاماً (یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندگان رات بھر اپنے رب کے حضور میں سجود و قیام میں بسر کرتے ہیں) کی عملی تصویر تھے۔ نماز تہجد میں کبھی ناغہ نہیں کیا تھا ایسے کاملین کے بدن رات کے بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں، انہی کے لئے ہے

''رات کو اٹھو لیکن نصف رات ہو یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور تلاوت قرآن کرو اچھی طرح کیونکہ رات کا جاگنا نفس کشی کے لئے بہت سخت ہے اور بات کو مضبوط کرتا ہے یعنی آدمی مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ اس طرح فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں (یعنی وہ میرا محبوب بن جاتا ہے) اور اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے (بی یبصر) میں اس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے (بی یسمع) اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور میری طاقت سے کام کرتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے چلتا ہے اور مجھ سے جو کچھ طلب کرتا ہے اس کو دیتا ہوں اور جب میری پناہ طلب کرتا ہے تو پناہ دیتا ہوں''

حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ حسن و اخلاق کے پیکر بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد اور مخلص خیر

خواہ تھے۔ آج بھی ہزاروں طلباء و علماء کا وجود انہی کی مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے۔ آپ کا مزار پر انوار ملحقہ مسجد اور مدرسہ حقیقتاً ظاہری علوم کی جامعہ ہونے کے علاوہ تہذیب اخلاق کی تربیت گاہ بھی ہے۔ حدیث شریف میں ہے "جب تم کاموں میں حیران و پریشان رہ جاؤ تو قبر والوں سے مدد مانگو"۔

علامۃ العصر حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعلیٰ کردار روشن تعلیمات اخلاق حمیدہ اور عمل صالحہ کی پاکیزگی سے عوام و خواص کو فیضیاب فرمایا۔ اسلام کی تبلیغ، رشد و ہدایت میں تن من دھن قربان کر دیا اور آج برصغیر پاک و ہند تو کیا بلاد اسلامیہ میں فیض نقشبندیہ اور قادریہ آپ کی ہی مساعی جمیلہ کے مرہون منت ہے۔

خاکسار تو یہی کہے گا کہ آپ کے دربار گوہر بار پر غوث قطب ابدال، اوتاد، قلندر ہمہ وقت حاضری دیتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی پوری ہو گئی کہ "ہند سے مجھے خوشبو کی مہک آ رہی ہے" یہ مہک حقیقتاً اس چمنستان میں اسی باد صبا کی لائی ہوئی ہے جسے عرف عام میں صوفیاء عظام اور اولیاء کرام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ میاں عبدالحئی سندھی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے اور خلیفہ مجاز بھی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ انہیں نقشبندیہ نفوس قدسیہ کے بارے میں ہے

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند — می برند از رہ پنہاں بر حرم قافلہ را
از دل سال رہ جاذبہ صحبت شاں — می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور — حاش للہ کہ بر آدم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

یہ سلسلہ حضرت خلیفۃ الرسول امیر المؤمنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ یعنی جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا وہ خداوند قدوس کا شکریہ ادا کرنے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کاملین و اکملین کا شکر و ذکر کرنے میں بخل کریں گے تو اللہ جل مجدہ کا شکریہ ادا کرنے کی صلاحیت کہاں سے

لائیں گے؟ چنانچہ اس حقیر نے ان کی پاکیزہ زندگیوں کے حالات سے دوسروں کو متعارف کرانا اور ان کے کارہائے نمایاں اور ارشادات کو عام کرنا ہے۔

کرامت کے سلسلہ میں یہ میں یہ روایت سینہ بہ سینہ ہے کہ قصہ خوانی بازار سے ایک حجام بغرض سنت بنانے حاضر ہوتا تھا، ایک دفعہ اس نے تنگ دستی کا ذکر کیا۔ آپ نے دعا فرمائی جب وہ واپس گھر آیا تو لوہے کا استرا سنگِ پارس بن چکا تھا۔ چنانچہ حجام موصوف نے قصہ خوانی بازار میں ایک مسجد تعمیر کروائی جس کی تعمیر نو قاسم علی خان کے وقت میں ہوئی۔ اسے اب بھی ''نائی مسجد'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اولیاء کاملین سے اس قسم کی کرامات کا ظہور بعید از قیاس نہیں۔

حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے متقی پرہیزگار، متواضع، قناعت پسند، منکسر المزاج، خوش طبع، درویش، کامل و اکمل، مشفق و مہربان، عاشقِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک تحریک، غوثِ دوراں اور قطب الاقطاب تھے۔

حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی روح پرفتوح آج بھی ہم میں موجود ہے کیونکہ ایسے کامل و اکمل اولیاء کی زندگی میں ان کی توجہ کے نو حصے اللہ جل مجدہ کی طرف ہوتے ہیں اور صرف ایک حصہ مخلوق خدا کی طرف ہوتا ہے جبکہ حیات ظاہری کے بعد نو حصہ مخلوق خدا کی طرف اور صرف ایک حصہ اللہ جل مجدہ کی طرف ہوتا ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے فکری، عملی اور علمی افکار سے آگاہ کرنے کے لئے ایک اکیڈیمی کا قیام بھی عمل میں لایا جائے تاکہ حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر ریسرچ کی جائے جنہوں نے ساری عمر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو جاری وساری رکھا اور یہاں کے مدرسہ کو جامعہ الازہر کی طرز پر جدید تقاضوں کے مطابق عمل میں لانا چاہئے تاکہ دینی علوم کو ممتاز اور ممیز پوزیشن حاصل ہو اور ان جامعات کے فارغ التحصیل طلباء و طالبات ایک انوکھے ارفع و اعلیٰ مقام کے حامل ہوں۔ اس عظیم مشن کی تکمیل کے لئے اہل ثروت حضرات کو دامے درمے قدمے سخنے تعاون کرنا چاہئے۔

انتقال پر ملال: بالآخر کل من علیہا فان کے مصداق بروز جمعۃ المبارک ۲۸ شوال ۱۱۶۲ھ کو

اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ نماز جنازہ حضرت شیخ میاں محمد عمر نقشبندی چمکنی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی

انا للہ و انا الیہ راجعون

مطلع دیں کے قمر حضرت شیخ جنید — بحر حکمت کے گہر حضرت شیخ جنید
اہل دل صاحب نظر حضرت شیخ جنید — راہ ہستی کے خضر حضرت شیخ جنید

جس طرح آپ نے برصغیر کی فضاؤں کو علمی اور روحانی روشنی سے منور فرمایا اس کے توسل سے اہل دل کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے اور عشاقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ارشادات و فرمودات کی روشنی میں زندگی کی عظمتوں سے سرفراز ہوتے رہیں گے۔

مزارِ اقدس: آپ کا مزار پر انوار تین صدیوں کے گزر جانے کے باوجود آج بھی بیرونِ لاہوری گیٹ محلہ شیخ آباد پشاور شہر میں مرجع خلائق ہے۔ عقیدۂ رسالت اور اس سے وابستگی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے والہانہ عشق کامل و اکمل محبت اور آپ کا مکمل اتباع اور آپ کی بالکلیہ اطاعت ہی دین متین کی اساس و بنیاد ہے اگر یہ نہیں تو پھر دین کا کوئی تصور نہیں، بقول شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبال

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

حوالہ جات و حواشی

۱: اکرام الحق شیخ، ارض ملتان، شعبہ نشر و اشاعت الاکرام ملتان ۱۹۷۲ء۔

۲: تحقیق نامہ شعبہ اردو گورنمنٹ کالج لاہور زاہد پرنٹرز لاہور ۱۹۹۱-۹۲

۳: Crafts of the Punjab, vol 2, Multan, A publication of Punjab small Industries Corporation 1988.

۴: روزنامہ امروز ملتان کا سپلیمنٹ ۲۰ نومبر ۱۹۷۰ء۔

۵: نور خان فریدی مولانا، ملتان میں امیر خسرو کے پانچ سال، ٹیکے از مطبوعات بیکن لمیٹڈ فیروز پور روڈ لاہور ۱۹۷۵ء صفحہ ۸۔

۶: سیارہ ڈائجسٹ، چودہ صدیاں نمبر فروری مارچ ۱۹۸۱ء جلد ۳۴ شمارہ ۲۰ صفحہ ۲۱۸۔

۷: محمد ذوقی سید، تربتہ العشاق کراچی ۱۹۹۸ء

۸: مجلہ تحقیق جمیلہ شوکت: ڈاکٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور ۲۰۰۰-۲۰۰۱ء

Maqalat Hazrat Data Gunj Bukhsh 1990-92 Auqaf :۹
Department Governer of Punjab sep 1993, Aug 1994.

۱۰: سلطان باہو حضرت، محک الفقر خورد، باہو منزل لاہور ۲۰۰۰ء

۱۱: صبری پاشا ایوب مترجم غلام سرور رانا پروفیسر قصائد الہجرۃ کا النبویہ شریف اور درود تاج لاہور ۲۰۰۰ء

۱۲: سلطان باہو حضرت رسالہ روحی لاہور ۲۰۰۱ء

۱۳: داتائے سرحد دیباچہ از غلام سرور رانا پروفیسر پشاور ۲۰۰۰ء

۱۴: محمد ذوقی سید، سردلبراں کراچی ۱۹۹۵ء

۱۵: سلطان باہو حضرت، دیوان باہو فارسی نقوش پریس ۱۹۹۰ء

۱۶: ایضاً عین الفقر لاہور ۱۹۹۰ء

۱۷: عبدالحمید محمد الغزالی احیاء العلوم العین دار الکتاب العلمیہ بیروت ۱۹۸۶ء جلد دوم صفحہ ۵۷

۱۸: ماہنامہ نور اسلام حضرت مجدد الف ثانی نمبر حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرق پوری شیخوپورہ ۱۹۸۸ء

Encylopedia Punjab University vol: 1,7,9,20.Lahore 1986.:۱۹

۲۰: اولاد علی گیلانی سید، مرقع ملتان ۱۹۳۸ء ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان۔

۲۱: طاہر محمود کوریجہ خواجہ فرید اور ان کا خاندان، الفیصل پرنٹرز لاہور ۱۹۹۶ء

۲۲: بدر کرم الٰہی، تاریخ ملتان امتزاج پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۸ء

۲۳: اسلامی ورثہ ادارہ تالیف و ترجمہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

۲۴: علامہ جلال الدین السیوطی الفتح الکبیر جمع یوسف النبہانی القاہرہ ۱۳۵۰ھ

۲۵: عمر الدین مولانا دیوان طالب لاہور ۱۹۹۵ء

۲۶: ایضاً کلاہ فقیر لاہور ۱۹۹۶ء

۲۷: الحسن پندرہ روزہ شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور اگست ۲۰۰۰ء

۲۸: سندھ کے صوفیاء نقشبند، علماء مشائخ سرحد، احوال العارفین شاہ عبداللطیف بھٹائی اولیاء لاہور، تاریخ پشاور، حدیقۃ الاولیاء، سفینۃ الاولیاء سے بھی استفادہ کیا گیا۔

۲۹: الحسن پندرہ روزہ حضرت غوث اعظم نمبر شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور ۱۹۹۹ء

۳۰: علی بن عثمان ہجویری کشف المحجوب، مترجم محمد الطاف نیردی ۲۰۰۰ء۔

غزل

شہابؔ جعفری

دشتِ غربت ہے تو ہو کیوں ہیں خفا ہم سے بہت
ہم دکھی بیٹھے ہیں، لگ چل نہ صبا ہم سے بہت

کیا ہے دامن میں بجز گردِ مہ و سال امید
کیوں الجھتی ہے زمانہ کی ہوا ہم سے بہت

اب ہم اظہارِ الم کرنے لگے ہیں سب سے
اب اٹھائی نہیں جاتی ہے جفا ہم سے بہت

کون موسم ہے کہ پتھر سے لہو رستا ہے
خوں بہا مانگے ہے اب دل کی صدا ہم سے بہت

دادِ شوریدہ سری پائے جو سر سے گذرے
دور بھاگے ہے عبث موجِ بلا ہم سے بہت

کر تو دیں قصۂ دوراں میں ترے غم کا بیاں
پر لہو مانگے ہے یہ فکرِ رسا ہم سے بہت

چڑھتے سورج کے پجاری وہی نکلے جو شہابؔ
کرتے تھے تذکرۂ صدق و صفا ہم سے بہت

شیخ کامل کی ضرورت، اہمیت اور پہچان

سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۱ پشاور شہر

قال و حال دو مشہور اصطلاحات ہیں ان میں سے اول الذکر سے شریعت اور آخر الذکر سے طریقت مراد ہے ان کے لئے ظاہر و باطن کی اصطلاحات بھی مستعمل ہیں۔ طریقت کو تصوف، روحانیت، سلوک اور احسان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ شریعت و طریقت دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں جس پر پیارے محبوب شفیع المذنبین، رحمت اللعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات طیبہ گواہ ہے اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"الشریعة اقوالی و الطریقة افعالی و الحقیقة احوالی والمعرفة سری" ۱؎

ترجمہ: شریعت میرے اقوال کا نام ہے طریقت میرے اعمال حقیقت میری باطنی کیفیت اور معرفت میرا راز ہے۔

یہ حدیث مبارکہ علماء دیوبند کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مثنوی میں نقل کی ہے ۲؎۔ نیز مفتی اہل سنت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"صوفیاء کے نزدیک حضور کے جسم شریف کے حالات شریعت ہیں، قلب کے حالات طریقت، روح کے احوال حقیقت اور سر کے حالات معرفت ہیں اور سنت ان سب کو شامل ہے" ۔۳؎

رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اور اس کی شرح سے معلوم ہوا کہ اسلام کی اساس

۱-۲: واحد بخش سیال، روحانیت اسلام، بزم اتحاد المسلمین لاہور ۱۴۱۲ھ صفحہ ۷۳

۳: نعیمی احمد یار خان مفتی، مراۃ المناجیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح، نعیمی کتب خانہ گجرات، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵

شریعت پر ہے اور اس بنیاد پر طریقت کی عمارت پروان چڑھتی ہے جو درجہ بدرجہ ترقی کرتی ہوئی حقیقت و معرفت میں ڈھل کر کمال عروج حاصل کرتی چلی جاتی ہے اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ شریعت و طریقت کا آپس میں اس قدر گہرا اور لازول تعلق ہے جو کسی بھی حالت میں ختم نہیں ہوتا دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر شریعت جسم ہے تو طریقت روح، شریعت کو پھول سے تشبیہ دی جائے تو طریقت اس کی خوشبو اور اگر شریعت کو جڑ کہا جائے تو طریقت اس کا درخت ہے جس کے سائے اور میوے سے نبی نوع انسان مستفید ہوتی ہے۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف شرعی علوم میں تخصص حاصل کرنے والے اہلِ علم نے حفاظ، قراء، مفسرین، محدثین، فقہاء اور متکلمین کے القابات سے علمی وادبی دنیا میں شہرت حاصل کی آج بھی ان کی عظمت کو سلام کیا جاتا ہے جبکہ حاملینِ طریقت اولیاء، عرفاء، صلحاء، صوفیاء، مشائخ اور سجادہ نشین کے پروقار اسماء مبارکہ سے معروف ہوئے جن کے مزارات انوار الٰہی کے مظہر اور مرجع خلائق ہیں۔

شیخ کامل کی ضرورت: اس وقت علوم شرعیہ کی کتابوں کا ایک بیش قیمت ذخیرہ کتب خانوں میں موجود ہے جو ہمارے اسلاف کی شبانہ وروز محنت کی بدولت ہم تک پہنچا لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان کتابوں کو از خود پڑھ کر کوئی عالم نہیں بن جاتا بلکہ ایک طالب علم کو یہ کتابیں پڑھنے کے لئے ایک مستند و معتبر عالم فاضل کی ضرورت ہوتی ہے اور اس مقصد کے لئے وہ کسی دینی مدرسے میں داخلہ لیتا ہے اور وہاں متعلقہ مضامین کے ماہر اساتذہ سے اکتساب علم اور مختلف درجے کے امتحانات پاس کرنے کے بعد جب سند حاصل کر لیتا ہے تو عالم کہلاتا ہے اور دوسروں کو یہ پڑھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہی طریقہ کار دیگر سائنسی وغیر سائنسی علوم وفنون کا ہے کہ بغیر استاد کے کوئی بھی علم یا فن نہ سیکھا جاسکتا ہے اور نہ اس میں کمال حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح طریقت کا بھی یہی حال ہے صرف اصطلاحات مختلف ہیں۔ مثلاً طریقت کے طالب علم کو مرید یا سالک کہا جاتا ہے جبکہ استاد کو پیر، مرشد، شیخ طریقت یا سجادہ نشین کے نام سے یاد کیا جاتا

ہے جو اپنے مریدین کو طریقت کی تعلیم وتربیت سے آراستہ کرتا ہے اور طریقت کا تعلیمی وتربیتی ادارہ خانقاہ کہلاتا ہے۔ جو مرید اپنی محنت وریاضت، عبادت اور نگاہ مرشد سے مختلف منازل طے کرنے کے بعد طریقت کے اصول وقواعد جان لیتا ہے اور نفس وشیطان کے مکروفریب اور ان کے حیلوں سے آگاہ ہوجاتا ہے اور اپنے آپ کو ان دونوں سے بچانے کے علاوہ دوسروں کی اصلاح کے قابل ہوجاتا ہے تو شیخِ کامل اس پر مہربانی فرماتے ہوئے اسے خلافت واجازت سے نواز کر اپنا قائم مقام بنادیتے ہیں تاکہ وہ طریقت کی ترویج واشاعت کی خدمات انجام دے اور سلسلے کے فیوض وبرکات اگلی نسلوں تک پہنچتے رہیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جس طرح کسی عالم حافظ قاری مفسر محدث اور فقیہہ کے فوت ہونے کے بعد منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کی طرح اس کی علمی مسند بھی ہر حال میں اولاد کو منتقل نہیں ہوتی اگر اولاد بھی صاحب علم ہے تو ٹھیک بصورت دیگر اس کے شاگردوں میں سے جو اہل ہوگا۔ یہ مسند علم اس کے حصے میں آتی ہے بالکل یہی اصول طریقت کا بھی ہے کہ اگر اولاد میں استعداد ہے تو وہ اس مسند ارشاد کی حقدار ہوگی ورنہ صرف نسبی تعلق ہی اس کے لئے کافی نہیں، کہ وہ وراثت کا حق جتا کر خواہ مخواہ سجادہ نشین بن جائے اور بزعم خویش شیخ طریقت کے منصب پر براجمان ہوجائے۔ اقبال نے ایسے ہی نام نہاد پیروں اور سجادہ نشینوں کے بارے میں افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد   زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جس گہرے تاسف اور رنج وغم کا اظہار کیا ہے یہ ہمارے معاشرہ کا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ ہر شہر، قصبے اور گاؤں میں ایسے نام نہاد پیروں اور خود ساختہ سجادہ نشینوں نے اپنی دوکانیں سجا رکھی ہیں جنہوں نے طریقت کو ایک منافع بخش کاروبار بنا رکھا ہے۔ دونوں ہاتھوں سے سادہ لوح عوام کو لوٹ رہے ہیں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کو مستصوفین کے نام سے یاد کیا ہے اور لکھتے ہیں

المستصوف عندا الصوفیة کالذباب و عند غیر ھم کالذئاب [۱]

ترجمہ: مستصوف صوفیاء کے نزدیک مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے، اور دوسروں کے نزدیک بھیڑیے کی طرح حریص ہوتا ہے۔

جو حرص و لالچ، نام و نمود، سستی شہرت اور حصولِ دنیا کے لئے طریقت کو بدنام کرتے ہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں شیطان سے تشبیہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

دست ناقص دست شیطان ست و دیو   زانکہ اندر دام تلبیس ست و ریو

ترجمہ: ناقص پیر کا ہاتھ شیطان اور دیو کے مانند ہے جس میں مکروفریب کا دام لگا ہوا ہے تا کہ لوگوں کو اس میں پھانس لیا جائے۔

یعنی یہ دھوکہ باز لوگ شیطان کی طرح انسانوں کے شکاری ہیں اور شکار کرنے کے لئے مختلف داؤ استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا جعلی پیروں کے مکروفریب اور ان کی صحبت سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ فائدے کی بجائے الٹا نقصان کا باعث بنتی ہے جبکہ شیخ کامل کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ قرار دیتے ہوئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں قبولِ حق بود آں مرد راست   دست او در کارہا دست خدا ست

ترجمہ: مرد راست یعنی حقیقی مرشد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوتا ہے اور یہ مقبولیت اسے اس مقام پر فائز کر دیتی ہے کہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے مرید کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے استوار ہو جاتا ہے اور اس پر روحانی فیوض و برکات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اھمیت: شیخ کامل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جسے گمراہ کر دے تو پھر اسے مرشد میسر نہیں آتا جو اسے راہ ہدایت دکھائے ارشاد باری تعالیٰ ہے

من یھد اللہ فھو المھتد و من یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا (الکھف ۱۸: ۱۷)

ترجمہ: جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی ولی اور مرشد نہ

---

[۱] ہجویری سید علی، کشف المحجوب، اردو ترجمہ، عبدالرؤف فاروقی، اسلامی کتب خانہ لاہور، ص ۵۷

پاؤ گے۔

جو لوگ اولیاء و مشائخ کے منکر ہیں اس آیہ کریمہ پر خاص طور پر غور فرمائیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر مرشد کامل کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا

یایها الذین امنو اتقو الله و ابتغوا الیه الوسیلة و جاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون

(المائدہ ۵ : ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس چیز شے یا شخصیت کے ذریعے کسی تک رسائی حاصل کی جائے اسے وسیلہ کہتے ہیں۔ اس لئے ایمان نیک اعمال اور عبادات وغیرہ سب کے سب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے ذرائع اور وسیلے ہیں۔ لیکن آیت مذکورہ بالا میں ایمان اور تقویٰ کے بعد وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور متقی میں تو یہ مذکورہ تمام صفات موجود ہوتی ہیں۔ یعنی وہ گناہوں سے بچتے ہوئے نیک اعمال اختیار کرتا ہے اور عبادات میں بھی وہ کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا لہذا علماء و مفسرین فرماتے ہیں کہ وسیلہ سے مراد یہاں پر شیخ کامل ہے چنانچہ مفسر قرآن حضرت علامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

''مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے، دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ کاملین امت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں ہزاروں کوس کی مسافت کو پا پیادہ طے کیا ہے اور ان کی رہنمائی اور دستگیری سے آسمانِ معرفت و حکمت پر مہر و ماہ بن کر چمکے ہیں''۔[1]

الازہری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ضمن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پوتے شاہ اسماعیل دہلوی کے ارشادات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

---

[1] الازہری کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۳۹۹ھ، ج ۵، ص ۲۳۱

''حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد مرشد ہے (قول جمیل) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے شاہ اسماعیل دہلوی کو بھی لکھنا پڑا، اہل سلوک ایں آیت را اشارت بسلوک مے فہمند و وسیلہ مرشد را مے دانند پس تلاش مرشد بنا بر فلاح حقیقی و فوز تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری ست و سنت اللہ برہمیں منوال جاریست لہٰذا بدوں مرشد راہ یابی نادراست (صراط مستقیم) یعنی سالکان راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے پس از بس ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان راہ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے اسی لئے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر ہے'' [۱]

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مرشد کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

پیر رابگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست پر آفت و خوف و خطر

ترجمہ: راہ طریقت میں مرشد کا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ راستہ مصائب و آلام اور آفات و خطرات سے پر ہے جن سے بچ کر منزل پر پہنچنا مرشد کے بغیر ناممکن ہے۔

پہچان: الغرض یہ بات تو پوری طرح واضح ہوگئی کہ طریقت میں مرشد کی ضرورت مسلمہ اہمیت کی حاصل ہے لیکن یہ مسئلہ بھی بڑا پریشان کن ہے کہ مرشد جھوٹے، ناقص و نا اہل بھی ہوتے ہیں اور اہل و کامل بھی، اب ان کی پہچان کیسے ہوگی؟ ایک عام آدمی کو کیونکر معلوم ہوگا کہ فلاں شیخ کامل ہے اور فلاں ناقص؟ کون جعلی ہے اور کون حقیقی؟ کس کو اصلی سجادہ نشین تسلیم کیا جائے اور کس کو خود ساختہ؟ لہٰذا اس مسئلے کے حل کیلئے قرآن مجید، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء مسترشدین کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں پہلے ایک ایسی ہستی کے قول سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے جن کی حکمت و دانائی ضرب المثل کے طور پر مشہور ہے یعنی حضرت لقمان علیہ السلام جن کے ارشاد گرامی کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ واتبع سبیل من اناب الی (لقمن ۳۱:۱۵)

[۱] الازہری، کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۳۹۹ھ، ج ۵، ص ۲۳۱)

ترجمہ: اس کی متابعت کرو جو میری (اللہ تعالیٰ کی) طرف رجوع لایا۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے کامل شیخ کی ایک نشانی یہ بیان فرمائی کہ وہ اپنے ظاہر و باطن، جسم و روح اور دل و دماغ کے ساتھ مکمل طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف راغب ہوتا ہے لہٰذا تم بھی ایسے کامل شیخ کی متابعت اختیار کرو تاکہ اس کی پیروی سے تم بھی پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جاؤ۔

اب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی جانب میلان رکھنے والوں کے سامنے زندگی گزارنے کا ایک اسلوب ایک نمونہ پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ و الیوم الاخر و ذکر اللہ کثیراً (الاحزاب ۳۳: ۲۱)

ترجمہ:۔ بے شک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے یہ نمونہ اس کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے مقدس حضرات کی تین علامات مزید بیان کی گئی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی امید رکھتے ہیں، قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھتے ہیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور انہی پاک طینت ہستیوں کے لئے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بہترین نمونہ ہے اور پھر خالق کائنات نے اس اسوۂ حسنہ کو اپنانے کا حکم بڑے واضح انداز میں یوں صادر فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفرلکم ذنوبکم و اللہ غفور رحیم

(آل عمران (۳: ۳۱)

ترجمہ:۔ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمائیے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زبان رسالت مآب ﷺ سے امت کے سامنے ایک معیار، ایک اصول اور ایک کلیہ قائم فرمادیا کہ محبت وکامل اتباع رسول ﷺ ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے اس کے دوستوں اور محبوبوں میں شامل ہونے کا صرف اور صرف یہی ایک واحد ذریعہ ہے اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں تو ثابت ہوا کہ متابعت رسول ﷺ ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر جانچنے اور پرکھنے کے بعد ہی یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ کون سا شیخ، پیر یا سجادہ نشین کامل اور سچا ہے اور کون سا ناقص اور جھوٹا ہے۔

اس مضمون کے آغاز میں بیان کردہ حدیث پاک ﷺ کو مدنظر رکھتے ہوئے متابعت نبوی ﷺ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کا پہلا درجہ شریعت، دوسرا طریقت، تیسرا حقیقت اور چوتھا معرفت ہے لہٰذا نبوت کی کامل اتباع وہ ہوگی جو ان چاروں کی جامع ہو اور جو مقدس حضرات اس کمال درجے کی متابعتِ نبوی ﷺ اپنائیں وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب ہوں گے، یہاں پر متابعت رسول اللہ ﷺ کے ضمن میں ایک اہم بات یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ وہی متابعت نبوی ﷺ بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ رکھتی ہے جس میں محبت رسول ﷺ بھی شامل ہو۔ ظاہری طور پر متابعت کا اظہار اور زبانی کلامی دعویٰ اطاعت کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ کچھ لوگ جو مسجد نبوی میں حضور ﷺ کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے تھے لیکن ان کے قلوب میں پیارے محبوب کی محبت موجزن نہیں تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفوں سے نکال کر ان کا نام منافقین رکھا اور ایک پوری سورت قرآن کریم میں ان کے متعلق نازل فرمائی۔ نیز پیارے محبوب ﷺ نے بڑے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین [۱]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور دنیا بھر کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

---

[۱] بخاری شریف، کتاب الایمان، باب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علاوہ ازیں پیارے محبوب ﷺ نے اپنے محبوبوں اور مبغوضوں (قابل نفرت) میں امتیاز کرنے کے لئے ان کی چند علامات یوں بیان فرمائیں۔

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال ان من احبکم الی و اقربکم منی مجلسا یوم القیمۃ احاسنکم اخلاقا و ان من ابغضکم الی و ابعد کم منی یوم القیمۃ الثرثارون و المتشدقون و المتفیھقون (جامع ترمذی شریف، باب فی معالی الاخلاق)

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے نزدیک تم میں زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے قریب بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق حسنہ کے مالک ہیں اور میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابلِ نفرت اور قیامت کے دن مجھ سے دور وہ لوگ ہیں جو بہت زیادہ بولنے والے، لوگوں سے زبان درازی کرنے والے اور فخر و تکبر کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا دار و مدار نبی کریم ﷺ کی متابعت پر ہے اور حضور کے قرب و محبت کا انحصار اخلاق حسنہ پر ہے یعنی حضور کے حقیقی متبعین اور فرمان برداروں کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ خوش اخلاق ہوں گے لیکن اگر اتباع رسول ﷺ کا دعویٰ کرنے والوں میں زیادہ بولنا زبان درازی اور غرور و تکبر کی علامات پائی جائیں تو ایسے لوگ اپنے دعویٰ متابعت میں سچے نہیں کیونکہ یہ اوصافِ ذمیمہ تو بارگاہ نبوی ﷺ سے دوری اور حضور پاک ﷺ کے غیض و غضب کا باعث بنتے ہیں لہٰذا کسی کی رفاقت اور صحبت اختیار کرنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے کہ وہ اخلاق حسنہ کا مالک ہے یا اس میں اوصاف ذمیمہ پائے جاتے ہیں چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احد کم من یخالل (جامع ترمذی ابواب الزھد)

ترجمہ:۔ آدمی اپنے دوست کے دین (طریقہ) پر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر ایک کو دوست بناتے وقت اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے کہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔

اگرچہ یہ حدیث شریف عام ہے اس میں تمام دوستیاں اور رفاقتیں شامل ہیں کیونکہ عموماً دوست کی عادات اور طور طریقے دوستوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اس لئے سوچ سمجھ کر اور اچھی طرح دیکھ

بحال کر دوستی کے لئے ہاتھ بڑھانا چاہئے جب عام دوستی کے لئے حدیث شریف میں اس قدر تاکید کی گئی ہے تو اندازہ لگائیں کہ طریقت میں پیرو مرید کی جو دوستی ہے وہ تو اعلیٰ درجے کی محبت میں ڈھل کر عقیدت بن جاتی ہے اور پیر اپنے مرید پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے؟ کیا خوب فرمایا مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ نے

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبتِ طالع ترا طالع کند

الغرض قرآن وحدیث کے پیش کردہ مذکورہ بالا معیار زندگی کو اپنانے اور جمالِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب وجانشینوں میں سے چند اکابرین جامع شریعت طریقت حقیقت اور معرفت کے اقوال ملاحظہ فرمائیں جو شیخ کامل کی پہچان کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"چونکہ ہمارا علم معرفت کتاب وسنت کا پابند ہے اس لئے جس شخص نے قرآن حفظ کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو راہ طریقت میں اس کی پیروی نہ کی جائے"[۱]

چوتھی صدی ہجری میں تصوف کے مایہ ناز امام اور کتاب اللمع فی التصوف کے مصنف امام ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ہر وہ شخص جو اس گروہ (مشائخ) کی رسوم کو اپناتا ہے یا اس بات کا مدعی ہے کہ اس علم (طریقت) میں اس کا بھی کچھ دخل ہے یا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اس جماعت (صوفیاء) کے کسی قدر آداب پر کاربند ہے درآنحالیکہ وہ اپنی بنیاد تین باتوں پر مضبوط کئے ہوئے نہیں ہے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ دھوکہ کھائے ہوئے ہے خواہ وہ ہوا پر کیوں نہ اڑتا اور حکمت کی باتیں کرتا ہو اور اسے خاص وعام میں مقبولیت بھی کیوں نہ حاصل ہو اور وہ تین چیزیں (باتیں) یہ ہیں۔

۱: تمام حرام امور سے پرہیز کرنا خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔

۱: امام قشیری، رسالہ قشیریہ، اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ۱۹۸۸ء ص ۱۵۷

۲: تمام فرائض کا ادا کرنا خواہ مشکل ہوں خواہ آسان۔

۳: دنیا کو دنیا داروں کے لئے چھوڑ دینا خواہ کم ہو خواہ زیادہ البتہ وہ دنیا میں سے اس قدر لے سکتا ہے، جس کے بغیر مومن کو کوئی چارہ کار نہ ہو"۔[۱]

حضور غوثِ اعظم، محبوبِ سبحانی، قندیلِ نورانی، شہبازِ لامکانی ہیکلِ یزدانی حضرت ابو محمد محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی ؓ کی کتاب "الفتح الربانی" سے اس موضوع پر چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جن میں عامۃ المسلمین کی ہدایت و رہنمائی کے علاوہ نام نہاد مشائخ و سجادہ نشینوں کے لئے بھی درس عبرت موجود ہے چنانچہ حضور غوث اعظم ؓ فرماتے ہیں۔

"صوفی وہ ہے جس کا ظاہر و باطن کتاب وسنت کی پیروی کی وجہ سے صاف ہو گیا ہو"۔[۲]

ایک دوسرے مقام پر حضور غوث اعظم ؓ فرماتے ہیں۔

"عزیزِ من! قرآن پر عمل کرو، وہ تم کو خدا تک پہنچا دے گا، سنت پر عمل کرو وہ تمہیں ہمارے نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑا کر دے گی"۔[۳]

حضور غوث اعظم ؓ مزید فرماتے ہیں۔

"جو مشائخ کتاب وسنت کے عالم اور ان پر عامل ہیں ان کی پیروی کر اور ان سے حسنِ ظن رکھ، ان سے علم سیکھ، ان کا ادب کر اور ان کے سامنے اچھی طرح اٹھ بیٹھ، یقیناً تجھے فلاح ملے گی"۔[۴]

نام نہاد پیروں اور سجادہ نشینوں کو مخاطب کر کے حضور غوث اعظم ؓ فرماتے ہیں۔

"عزیزِ من! دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے اپنی اصلاح کر اپنے نفس کی اصلاح مقدم سمجھو اور جب تک تمہاری اصلاح کی ضرورت باقی ہے، دوسروں کی طرف متوجہ نہ

۱: ابو نصر سراج کتاب اللمع فی التصوف، اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔ ۱۹۸۶ء ص ۲۰۲

۲: جیلانی سید شیخ عبدالقادر، الفتح الربانی، اردو ترجمہ ثناء اللہ ندوی، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ص ۳۵۲

۳: ایضاً ص ۱۰۹ ۴: ایضاً ص ۲۶۷۔۲۶۸

ہو افسوس تم خود ڈوب رہے ہو دوسروں کو کیا بچاؤ گے تم خود اندھے ہو دوسروں کی کیا رہبری کرو گے، ڈوبنے والے کو ماہر پیراک ہی بچاتا ہے اور اندھے کا ہاتھ بینا پکڑتا ہے اللہ تعالیٰ تک لوگوں کو وہی پہنچا سکتا ہے جسے اس کی معرفت حاصل ہو جو خود ہی اسے نہیں جانتا وہ اس کا راستہ کیا دکھائے گا''۱

ایک اور مقام پر ایسے ہی لوگوں کی قلبی کیفیت کا محاسبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''افسوس تو اپنی خانقاہ میں ہے اور تیرا دل لوگوں کے گھروں میں پڑا ہے، ان کے آنے اور نذرانوں کا منتظر ہے، تیرا وقت ضائع گیا، بے روح رسم تیرے لئے رہ گئی ہے اپنے نفس کو اس چیز کا اہل نہ سمجھ جس کا اللہ تعالیٰ نے تجھے اہل نہیں بنایا، اگر خدا کی طرف سے اہلیت حاصل نہ ہوئی تو تو اور تمام مخلوق مل کر اس کو حاصل نہ کر سکے گا''۲

نیز خود ساختہ پیروں وسجادہ نشینوں کو تنبیہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی رہنمائی بھی کرتے ہیں تاکہ وہ ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا کریں چنانچہ فرماتے ہیں۔

''اے نادان! تو میری باتوں کو نہیں سنتا اور اپنی نفسانی خواہشوں کے ساتھ خانقاہ میں جا بیٹھتا ہے، پہلے تجھ کو بزرگوں کی صحبت میں نفس وخواہش کو مارنے اور ماسوا کو ترک کرنے کی ضرورت ہے، پہلے مشائخ کے دروازوں پر پڑ جا پھر ان سے علیحدہ ہو کر پروردگار کے ساتھ اپنے عبادت خانے میں بیٹھ، جب تجھے اس میں کمال حاصل ہو جائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے عوام کے لئے دوا، رہنما اور رہبر ہو گا۔ تیری زبان پر پرہیز گاری اور دل میں گناہ ہے، منہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے اور تیرا دل معترض ہے بظاہر تو مسلمان ہے اور دل تیرا کافر ہے تیرا ظاہر موحد اور تیرا باطن مشرک، تیرا زہد اوپری ہے اور تیرا دین ظاہری ہے جبکہ تیرا باطن ویران جیسے بیت الخلاء پر سفیدی اور نجاست کے ڈھیر پر جھنڈا، جب تو ایسا ہو گا تو شیطان تیرے دل میں ڈیرا ڈالے گا اور اس کو اپنا گھر بنا لے گا''۳

۱: ایضاً الفتح الربانی صفحہ ۳ ۲: ایضاً صفحہ ۱۴۶ ۳: ایضاً صفحہ ۵۸

نا اہل اور ناقص مشائخ کو پیری مریدی سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اے وہ شخص جو شیخ و صدر نشین بن بیٹھا اور مخلص مشائخ کے حالات اپنانے لگا جب تک تو اپنے نفس و خواہش کے ساتھ دنیا کا طالب رہے گا تو بچہ ہے، شیخ طریقت بننے کا اہل نہیں"[۱]

شیخ کامل کی توصیف اور ناقص کو جھڑکتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"علم پر عمل کرنے والے علماء (مشائخ) دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب اور ایلچی ہیں، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، بوالہوس (نفسانی خواہشات پر چلنے والو) زبانی جمع خرچ کرنے والو! تم نائب نہیں ہو علمِ باطنی سے ناواقف اور علمِ ظاہر میں مشغول رہنے والو! تم نائب نہیں ہو سکتے"[۲]

حضور غوث الثقلین ﷺ نے یہاں پر شریعت و طریقت کی جامعیت پر زور دیا ہے کہ جس شخص میں یہ دونوں جمع ہو جائیں وہ اللہ تعالیٰ کا نائب اور حضور پاک ﷺ کا وارث ہے جو ظاہر میں مشغول رہا اور باطن کی طرف توجہ نہ دی علم تو حاصل کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو وہ نائب نہیں بلکہ بوالہوس (خواہشات کا پجاری) ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے درج ذیل قول سے اس پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

"من تفقه و لم يتصوف فقد تفسق و من تصوف و لم يتفقه فقد تزندق و من جمع بينهما فقد تحقق"[۳]

ترجمہ:۔ جو فقیہ ہوا بلا تصوف تو وہ فاسق ہو گیا اور جس نے تصوف اختیار کیا لیکن فقہ سے محروم رہا تو وہ زندیق ہو گیا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا تو اس نے حق کو پالیا۔

۱: ایضاً الفتح الربانی، صفحہ ۳۴۱

۲: ایضاً صفحہ ۱۰۶

۳: سید محمد ذوقی شاہ، سردلبراں، محفل ذوقیہ کراچی ۱۴۱۸ھ ص ۱۱)

تیسری صدی ہجری میں تصوف کے امام حضرت محمد بن عبدالوہاب ثقفی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اگر کسی شخص نے تمام علوم کو اپنے اندر جمع کر لیا ہو اور متعدد لوگوں کی صحبت میں بھی رہ چکا ہو تب بھی وہ اس وقت تک اللہ کا بندہ نہیں بن سکتا جب تک وہ کسی شیخ یا امام وقت سے تربیت حاصل نہ کرے یا کسی ناصح مودب سے استفادہ نہ کرے اور جس نے کسی ایسے استاد (شیخ کامل) سے ادب حاصل نہیں کیا جو اسے اس کے اعمال کے عیوب دکھائے اور اسے نفس کی رعونت کا پتہ دے تو معاملات کی اصلاح کیلئے ایسے شخص کی اقتداء جائز نہیں"۔[۱]

ان ملفوظاتِ گرامی سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ جاہل شخص کسی طرح بھی پیر، مرشد، شیخ اور سجادہ نشین بننے کا اہل نہیں اور اس کی اتباع ہرگز جائز نہیں اسی طرح یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ ایک شخص ظاہری طور پر خواہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو لیکن اگر اس نے کسی شیخ کامل کی رہنمائی میں طریقت کی تعلیم و تربیت حاصل نہ کی ہو تو وہ صرف اپنے ظاہری علم کے باعث طریقت کے شعبے میں رہبری کے فرائض انجام دینے کے لائق نہیں۔ سلسلہ چشتیہ کے جلیل القدر شیخ کامل محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء مرشد حقیقی کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پیر وہی ہونا چاہئے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام کا عالم ہو"۔[۲]

افغانستان و صوبہ سرحد کے معروف روحانی پیشوا، غوث خراسان حضرت سید علی ترمذی، المعروف پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ جاہل (ناقص) شیخ سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"شیخ جاہل اولی تر از شیطان باید کرد زیرا کہ ایشاں امتیاز میاں روح و میان ذات اللہ

۱: امام قشیری بحوالہ بالا صفحہ ۱۸۱

۲: ۔نظام الدین اولیاء، فوائد الفوائد، اردو ترجمہ پروفیسر محمد سرور، علماء اکیڈمی لاہور ۱۹۹۱ ص ۲۹۷

تعالٰی نمی تو انند بلکہ سبب نقصان خود روح را عین ذات دانند کافر شوند"۔[۱]

ترجمہ:۔ جاہل شیخ شیطان سے زیادہ خطرناک اور گمراہ ہوتا ہے اس لئے کہ وہ روح اور ذات باری تعالٰی کے درمیان فرق نہیں کر سکتا جس کے باعث اپنا نقصان کرتا ہے وہ روح کو عین ذات سمجھ لیتا ہے اور اس طرح کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ یہی اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ کامل کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کامل کسی را گویند کہ چہار علم تمام دانستہ باشد اول علم تفسیر و احادیث تمام داند دوم علم فقہ سوم علم مناظرہ و علم کلام و عقائد چہارم علم لغات یعنی از سر نفس و روح خبر دار باشد"۔[۲]

ترجمہ:۔ شیخ کامل وہ ہے جو چار علوم پر مکمل دسترس رکھتا ہو اول قرآن مجید کی تفسیر اور علم حدیث دوم علم فقہ سوم علم مناظرہ، کلام اور عقائد چہارم علم لغات یعنی نفس اور روح کے راز سے آگاہ ہو۔

شیخ کامل کی مزید علامات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"پیر کامل و ملائم آں بدان اے فرزند کہ طلب حق در متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ست لقولہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی پس ہر کہ بغیر متابعت رسول اللہ بسبب شیخ زادگی و سید زادگی خود را پیر و پیشوا ساز د او ضال و مضل ست"[۳]

ترجمہ: اے صاحبزادے پیر کامل و ملائم وہ ہے جو طلب حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرتا ہے جیسے کہ اللہ تعالی کا قول ہے کہ محبوب فرما دیں کہ اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میری متابعت کرو پس جو شخص متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر محض پیر یا سید کا بیٹا ہونے کی وجہ سے پیر اور پیشوا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ حسینہ کے گل سر سبد شارح بخاری شریف، محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کامل کی علامات کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

۱: اخوند درویزہ، ارشاد الطالبین، مطبع مفید عام لاہور، ۱۳۱۰ھ ص ۳۴

۲: ایضاً ص ۳۴ ۳: ایضاً صفحہ ۲۶۶

"سالک کو شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت میں سے ہر ایک ہر عمل کرنا ضروری ہے"[1]

شیخ کامل کے اوصاف: گزشتہ سطور میں قرآن مجید، احادیث نبویہ ﷺ اور علماء مسترشدین کی جو تصریحات پیش کی گئی ہیں ان کی روشنی میں ان اوصاف حمیدہ کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے جن کا شیخ کامل میں پایا جانا اشد ضروری ہے

۱: علم سے بہرہ مند ہو یعنی قرآن وحدیث اور فقہ کا علم رکھتا ہو

۲: اس کے عقائد صحیح اور درست ہوں یعنی وہ راسخ العقیدہ اہل سنت ہو

۳: علم کے مطابق عمل کرنے والا ہو یعنی اس کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو

۴: ان تمام حرام امور کے ارتکاب سے بچنے والا ہو جو شریعت محمدیہ ﷺ میں منع ہیں

۵: اللہ تعالی کی طرف میلان رکھتا ہو اور ضرورت سے زیادہ دنیا کی طرف راغب نہ ہو

۶: کسی شیخ کامل کی خدمت میں رہ کر طریقت کی تعلیم وتربیت مکمل کر چکا ہو

۷: شیخ کامل سے سلسلے کی ترویج واشاعت کی خلافت واجازت رکھتا ہو

۸: اخلاق ذمیمہ (تکبر، خود پسندی، خواہشات نفسانی، لالچ، بغض، حسد، جھوٹ، غیبت، ریاکاری اور بدزبانی وغیرہ) سے پاک ہو۔

۹: اخلاق حسنہ (کم بولنا، سچ بولنا، کم کھانا، کم سونا، ہمدردی، سخاوت، شفقت محبت، استقامت، تواضع، عجز وانکساری، خشیت الہی، صبر وشکر، ذکر وفکر، اور عفو ودرگزر وغیرہ) کا حامل ہو۔

۱۰: ظاہر وباطن میں کامل طور پر حضور نبی کریم ﷺ کی متابعت کرتا ہو۔

۱۱: اس کا قلب عشق رسول ﷺ سے مزین وآراستہ ہو۔

۱۲: اس کی نظر لوگوں کے نذرانوں پر نہ ہو بلکہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ رکھتا ہو۔

ان اوصاف حمیدہ کا حامل شیخ کامل اگر مل جائے تو فوراً اس سے نسبت قائم کرنی چاہئے، اس سے سلوک کی تعلیم وتربیت حاصل کرنی چاہئے۔ ادب واحترام سے اس کے پاس حاضر ہونا چاہئے

[1] سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، عظیم پبلشنگ پشاور ۱۹۷۲ ص ۹۵

اور اس کی خدمت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے تا کہ اس کے فیوض و برکات اور توجہ کاملہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکے کیونکہ بقول اقبال

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

صحبت کی تاثیر کے بارے میں حضرت شیخ سعدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دلچسپ حکایت بیان کی ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم
و لیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم ہستم

ترجمہ: ایک دن مجھے حمام میں ایک دوست کے ہاتھ سے مٹی کا ڈھیلا ملا جس سے بڑی مسحور کن خوشبو آ رہی تھی میں نے اس سے کہا کہ تو مشک ہے یا کہ عنبر کیونکہ تیری خوشبو نے مجھے مست کر دیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں ناچیز معمولی خاک ہی ہوں لیکن کچھ عرصہ پھول کے ساتھ رہنا نصیب ہوا یہ اس کی صحبت کا اثر ہے ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں۔

اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کاملین کی صحبت کیمیائی تاثیر کی حامل ہوا کرتی ہے جو مٹی کو سونا بنا دیتی ہے ادنیٰ کو اعلیٰ اور خام و ناقص کو کمال عروج بخش دیا کرتی ہے۔

غزل

بشیر احمد بشیرؔ

گرفتِ زیست میں ہوں، قیدِ بے حصار میں ہوں
عذابِ عرصہ گہہ جبر و اختیار میں ہوں

خیال ہے تو ابھی ڈھونڈ، پھر ملوں نہ ملوں
ابھی میں تیرے اڑائے ہوئے غبار میں ہوں

بھڑک رہا ہے بدن، روح کو خبر بھی نہیں
یہ کیا مقام ہے، یہ کیسے شعلہ زار میں ہوں

میں کون ہوں ترے نزدیک، یہ سوال نہیں
حباب ہوں کہ صدف، بحرِ بے کنار میں ہوں میں

خود اپنے آپ سے ہر دم ہوں برسرِ پیکار
میں اپنی ذات کے میدانِ کار زار میں ہوں

میں بھید کیا تجھے دوں بیکراں خلاؤں کے
کہ میں ازل سے اسی حلقۂ مدار میں ہوں

تلاش کس کی ہے مجھ کو، ابھی یہ کیا سوچوں
بشیرؔ ابھی تو میں اپنے ہی انتظار میں ہوں

موجودہ کلچر اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل

سید مجاہد حسین

تاریخ میں بہت سی قومیں گذری ہیں، ہر قوم کی اقدار، تہذیب وتمدن اور ثقافت اپنی اپنی علامات کی بناء پر پہچانی جاتی ہیں۔ قوموں کے نزدیک اپنے تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے چند قدروں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور انہیں بہر صورت زندہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کلچر (ثقافت) میں قوموں کے بہت سے امور آجاتے ہیں۔ کسی قوم کے رہن سہن کے طریقے تعلیم وتربیت، ماحول، لباس اور مذہبی اثرات بھی اس کے کلچر سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی ثقافت قوموں کی شناخت ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی پہچان اور تعارف پیش کرتی ہے۔ آج زمانہ بڑی تیزی سے ترقی کررہا ہے، حالات اور وقت کے تقاضے بدلتے جارہے ہیں، دنیا قریب سے قریب تر ہوتی جارہی ہے، تیزی کے ساتھ دنیا کا یہ تغیر پورے جہاں کو ایک نئی سمت لے کر جارہا ہے لیکن زندہ قومیں خود کو زندہ ثابت کرنے کے لئے ہر سمت سے اپنا دفاع کرتی ہیں، وہ اپنی سرحدوں کا، نظریات کا اور کلچر کا دفاع اپنے اوپر لازم تصور کرتی ہیں۔

ان تمام حالات کے پیشِ نظر جہاں اور بہت سے شعبوں میں ترقی ہورہی ہے وہاں کلچر میں بھی ارتقاء دکھائی دے رہا ہے۔ دن بدن ثقافتی ترقی کو بھی بڑی اہمیت دی جارہی ہے اس لئے کہ کلچر کا تعلق نظریہ، سوچ اور فکر سے ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے کلچر کے اثرات بھی بڑی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ہر ایک قوم کی بقاء اور نشوونماء کے لئے ثقافت بڑی اہمیت رکھتی ہے خصوصاً اہل اسلام کے لئے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کے اندر سے اسلامی تہذیب کا احساس ختم ہوجائے تو پھر نظریات کے تحفظ کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے۔

اسلامی تہذیب اسلامی اصولوں کی پاسداری کا نام ہے، باقی مذاہب صرف مذاہب ہیں جبکہ اسلام فقط مذہب نہیں دین بھی ہے۔ مذہب میں صرف عبادات آتی ہے لیکن دین کی تعریف یہ ہے

کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہو۔ دیگر مذاہب عبادات کی حد تو رہنمائی کرتے ہیں لیکن زندگی کے باقی امور کو بحث میں نہیں لاتے۔ یہی فرق مذہب اور دین میں ہے اور اسی فرق کو نہ سمجھنے کی بناء پر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ مذہب کا سیاست سے اور کلچر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نظریہ درحقیقت عیسائیت کے نزدیک ہے کہ آپ کلیسا میں جائیں، عبادت کریں، باہر آ کر جو جی چاہے کریں اس سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ دین اسلام اس بات کی نفی کرتا ہے، یہ اہم نقطہ ہے جسے سمجھنے کی ضرورت ہے اس لئے ہماری ثقافت کا ہمارے اسلامی نظریات سے گہرا تعلق ہے۔ ہم اگر یہ بھول جائیں کہ بحیثیت قوم ہماری بھی کوئی ثقافت ہے تو یہ ہماری نظریاتی خامی ہے اور یہ نظریاتی سرحدوں کو گرانے کے مترادف ہے۔

امت مسلمہ کی اپنی ایک تاریخی حیثیت ہے اور اس امت کی تاریخ پورے عالم پر آشکارا ہے۔ وہی قوم اگر آج اس احساس زیاں سے محروم ہو جائے کہ اسلامی ثقافت کیا ہوتی ہے؟ تو ایسی صورت میں ہماری قومی شناخت یا انفرادیت کیسے ممکن ہے؟ یہ احساس اگر آہستہ آہستہ ختم ہوتا گیا تو آنے والی نوجوان نسل اپنی زندگی غیرت اور حمیت کے ساتھ کیسے گذارے گی؟ غیرت کا تقاضا اپنے قومی تشخص کو ہر سطح پر اجاگر کرنا ہوتا ہے نہ کہ اپنے کلچر کو دوسرے کلچر پر قربان کر دینا، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

آج پوری دنیا میں یہود و ہنود کے کلچر کے چرچے عام کئے جا رہے ہیں اور الیکٹرانک میڈیا پوری طرح بھارتی اور مغربی کلچر کا اسلحہ لے کر اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلم دنیا پر حملہ آور ہے اور ان کی منصوبہ بندی بھی یہی ہے کہ اسلامی معاشرے کو ختم کیا جائے اور اسلامی تہذیب کے اثرات جہاں جہاں بھی باقی ہیں، ختم کر دیئے جائیں اور مسلمان فقط رسمی عبادت سے مسلمان رہتے ہیں تو ہیں لیکن یہ فکر ان کے ذہن سے ختم ہو جائے کہ اسلامی زندگی کیا ہوتی ہے یا اسلام کا ہماری نجی زندگی سے بھی کوئی تعلق ہے کہ نہیں، بظاہر مسلم اور غیر مسلم کا فرق ختم کر دیا جائے یہی وہ درد تھا جس کا ذکر علامہ اقبال پہلے ہی کر چکے ہیں

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

طاغوتی اور استحصالی قوتوں کی خواہش یہ ہے کہ امت مسلمہ لغویات میں الجھی رہے۔ ان کو اپنی بقا کی فکر سے نا آشنا کر دیا جائے اور ان کی آئندہ کی نوجوان نسل جس پر معاشرے کا انحصار ہوتا ہے، سے غیرت وحمیت ختم کر دی جائے اور ترقی کے میدان میں بھی سائنس اور ٹیکنالوجی پر توجہ نہ دے سکیں۔ اسی احساس کو کمزور کرنے کے لئے بھارتی اور مغربی ثقافت ویڈیو اور سیٹلائٹ چینلز کے ذریعہ اتنی پھیلا دی گئی ہے کہ آج ہمارے نوجوان اسی کو اپنا کلچر تصور کرتے ہیں اور یہ احساس ختم ہو چکا ہے کہ ہم جس قوم کا کلچر اپنا کر فخر محسوس کرتے ہیں کیا وہ بھی ہمارا کلچر اپناتے ہیں؟ ہمارا ملک پاکستان جس نظریہ پر قائم ہوا تھا وہ یہ تھا کہ ہندوؤں سے ہمارا طرز زندگی جدا ہے، ایسے معاشرہ میں رہ کر کما حقہ اسلام کو اصولوں کو نہیں اپنا سکتے، ہمارے طریقے مختلف ہیں، اس وجہ سے ایک الگ ملک ہو جہاں مسلمان اسلامی اصولوں کے تحت زندگی گذار سکیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اپنے ماحول میں آزادی کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے ایک الگ مادر وطن کی ضرورت ہے۔

ہمارے قائدین حریت نے یہی جواز سب سے پہلے پیش کیا تھا جس کی بناء پر پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔ وہ نظریہ جس پر پاکستان بنا آج اسی نظریہ کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔ اگر آزادی حاصل کر لینے کے بعد بھی ہمیں ذہنی طور پر بھارت اور دوسرے مغربی ممالک کا غلام رہنا تھا تو قیام پاکستان کے سلسلہ میں لاکھوں جانوں کی قربانی دینے کی کیا ضرورت تھی؟ پاکستان ٹیلی وژن بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہا ہے اور غیر اسلامی ممالک کی طرح فحاشی اور عریانی کو عام کیا جا رہا ہے اور اسی بھارتی اور مغربی کلچر کی ترویج کا کام جاری ہے۔

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

اسلامی معاشرہ کی تشکیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم اپنی عوام کو بھارتی اور مغربی کلچر سے آزاد نہیں کروائیں گے۔ کچھ چیزیں کلچر میں مشترک ہوتی ہیں وہ الگ بات ہے لیکن وہ عوامل جن سے اسلامی معاشرہ متاثر ہوتا ہے ان سے ضرور نفرت کی جانی چاہئے۔ اگر ملک سے انڈین فلموں کا خاتمہ کر دیا جائے یا ان پر پابندی لگائی جائے تو کافی حد تک فحاشی کا یہ سیلاب روکا جا سکتا ہے، بے

حیائی اور ناچ گانے کا نام کلچر رکھ دیا گیا ہے۔ ہماری نوجوان نسل کلچر کے مفہوم اور اس کی مقصدیت سے بے بہرہ ہو چکے ہیں، وہ بھارتی اور مغربی کلچر اپنا کر فخر محسوس کرتے ہیں اور یہ سوچ احساسِ کمتری کی پیداوار ہے۔ خود اعتمادی مسلم نوجوانوں سے ختم ہوتی جارہی ہے، آج کے بے ڈھنگے اور لچر فیشن کو اپنا کر یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ ہم جدت پسند اور روشن خیال لوگ ہیں جبکہ جدت پسندی اور روشن خیالی یہ ہے کہ ہم تعلیمی میدان میں یعنی سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کر کے زندہ اور ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑے ہوسکیں جو کہ امت مسلمہ کا ورثہ بھی ہے۔ جدید علوم میں ترقی یافتہ قوموں کی تقلید کی جائے تو ترقی ہوگی۔ ہمارے ہاں ان کی اچھی چیزوں کو چھوڑ کر بری چیزوں کو اپنایا جاتا ہے یہ سوچ بدلنے کی ضرورت ہے۔

وائے محرومی متاعِ کارواں جاتا رہا ۔۔۔ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

وہ کلچر جو پوری طرح بے حیائی میں تبدیل ہو چکا ہے اسے اپنا کر اسلامی معاشرے کی تشکیل کیسے ممکن ہے۔ آج مسلم نوجوانوں کی ترجیحات اور نظریات اسی وجہ سے بدل چکے ہیں کہ ان کے آئیڈیل اکابرینِ امت نہیں جن کے کارناموں کا چرچا چاردانگ عالم میں ہو رہا ہے۔ فرشتے بھی ان پر رشک کرتے ہیں بلکہ ان کے آئیڈیل فلمی دنیا کے ہیرو ہیں۔

اس سارے کھیل کا مقصد ہماری نظریاتی سرحدوں کو عبور کرنا اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل کا راستہ روکنا ہے۔ جغرافیائی سرحدوں کے تحفظ کے لئے آج ہمیں ایٹمی ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے لیکن جغرافیائی سرحدیں جن نظریاتی سرحدوں سے وابستہ ہیں یا جن کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں ان کی فکر بھی کہیں زیادہ ضروری ہے۔

آج ہماری قوم کے اصحاب فکر و دانش اور علماء اور حکام سبھی کو اس نازک مرحلہ پر ہوش کے ناخن لینے چاہئیں کہ مغربی کلچر اور اسلامی معاشرہ کا مرکب کیسے بنے گا

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی

استفتاء

(غیر انبیاء کے ساتھ ''علیہ السلام'' لکھنا)

مفتی خلیل الرحمٰن قادری گلوزوی

خطیب جامع مسجد حاجی آباد شکر پورہ روڈ پشاور

علماء دین ومفتیان شرع متین کی خدمت میں گذارش ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں لکھنا چاہئے کیونکہ یہ لفظ (علیہ السلام) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ مہربانی فرما کے ادلہ شرعیہ کی روشنی میں مندرجہ بالا مسئلہ کی وضاحت فرما کر مشکور فرماویں---

بینوا و توجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد ایاز موضع گلوزئی ورسک روڈ ضلع پشاور

الجواب

واضح ہو کہ امام حسین علیہ السلام و دیگر ائمہ اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھنا جائز اور باعث اجر وثواب ہے۔ علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں ''کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت آپ کے ساتھ سلام میں مساوی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے (سلام علی آل یاسین)'' (صواعق محرقہ صفحہ ۸۹)

اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں کہ ''متقدمین میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی ذریت وازواج مطہرات پر سلام کہنا متعارف تھا اور مشائخ اہل سنت کی کتابوں میں اس کی کتابت پائی جاتی ہے'' (اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۳۴)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۳۹ھ تحریر فرماتے ہیں کہ ''لفظ سلام کا غیر انبیاء علیہم السلام کی شان میں کہہ سکتے ہیں جس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث

میں علی الخصوص ابوداؤد شریف، صحیح بخاری شریف، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، وحضرات حسنین وحضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وحضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وحضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذکر کے ساتھ لفظ علیہ السلام مذکور ہے۔

البتہ بعض علماء وماوراء النہر نے شیعہ کی مشابہت کے لحاظ سے منع لکھا ہے لیکن فی الواقع یہ مشابہت امر خیر میں منع نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ پہلی کتاب اصول حنفیہ کی شاشی ہے اس میں نفس خطبہ میں بعد حمد وصلوٰۃ کے لکھا ہے-- والسلام علی ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ و احبابہ یعنی سلام نازل ہو حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے احباب پر۔ ظاہر ہے کہ مرتبہ حضرات متصوفین کا جن کا نام نامی اوپر مذکور ہوا ہے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کم نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ سنت کے نزدیک بھی سلام کا لفظ ان بزرگوں کی شان میں بہتر ہے اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ لفظ سلام غیر انبیاء کی شان میں کہنا چاہئے۔ چنانچہ یہ حدیث ہے "علیہ السلام تحیۃ الموتیٰ" یعنی اموات کی شان میں علیہ السلام کہنا ان کے لئے تحفہ ہے یعنی بلا تخصیص ہر میت مسلمان کے لئے (علیہ السلام) کا تحفہ ہے تو اہل اسلام میں غیر انبیاء کی شان میں بھی علیہ السلام کہنا شرعاً ثابت ہے۔

(فتاویٰ صفحہ ۲۳۵)

اس سے ظاہر ہے کہ لفظ علیہ السلام امام حسین علیہ السلام واہل بیت اطہار علیہم السلام کے اسماء گرامی کے ساتھ شرعاً جائز ہے اور بقول شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متقدمین کے نزدیک اہل بیت اطہار کے ناموں کے ساتھ لفظ علیہ السلام کہنا متعارف تھا اور علامہ مفتی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اپنے "فتاویٰ برطانیہ" میں فرماتے ہیں کہ "امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، ابوداؤد المتوفی ۲۷۹ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، علامہ کرمانی المتوفی ۷۹۶ھ، امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۰۶ھ، امام کلبی المتوفی ۲۰۴ھ، علامہ ابوبکر جصاص المتوفی ۳۷۰ھ، علامہ ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ، محب الدین طبری المتوفی ۶۹۴ھ، علامہ ابن اثیر جوزی المتوفی ۶۳۰ھ، علامہ ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۶ھ، علامہ ابن عبدربہ المتوفی ۳۲۸ھ، علامہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۰۳ھ، علامہ ابن جوزی المتوفی

۵۹۵ھ امام غزالی المتوفی ۵۰۵ھ، علامہ حافظ ابو نعیم اصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ، علامہ یاقوت حموی المتوفی ۶۲۶ھ، علامہ ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۴ھ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ --- یہ تمام حضرات اور ان کے علاوہ جید علماء کرام اپنی اپنی کتب وتصانیف میں اہل بیت اطہار کے اسماء کے ساتھ لفظ علیہ السلام لکھتے آئے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ امام حسین علیہ السلام واہل بیت اطہار کے اسماء کے ساتھ لفظ علیہ السلام لکھنا اور کہنا جیسے کہ شرعا جائز ہے اسی طرح تعامل علماء اسلام سے بھی ثابت ہے۔

(فتاویٰ برطانیہ صفحہ ۶۲-۶۳)

اسی طرح حضرت علامہ عبدالغنی النابلسی نے اپنی کتاب "الحدیقۃ الندیہ" کے خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے " والصلاۃ والسلام علی سیدنا و سندنا محمد النبی المختار و علی آلہ السادۃ الاطہار --- الخ (الحدیقۃ الندیہ شرح طریقۃ المحمدیہ صفحہ ۲)

یعنی حضرت العلامہ عبدالغنی النابلسی نے حضور سرور کونین ﷺ پر درود وسلام کہنے لکھنے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل پر سلام کہا ہے۔ اسی طرح حضرت العلامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الحاوی للفتاویٰ" میں تحریر فرمایا ہے

" الحمد للہ جامع الشتات والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد المبعوث بالآیات البینات و علی آلہ و صحبہ و ازواجہ الطاھرات " (الحاوی للفتاوی جلد ۱ صفحہ ۵)

ترجمہ: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الحاوی کے خطبہ میں حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے بعد حضور ﷺ کی آپ ﷺ اولاد کو بھی اس میں شامل فرمایا اور ان پر بھی سلام پڑھا اور لکھا۔

خلاصہ: ان تمام ماسبق حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ کتب احادیث وفقہ اور تعامل علماء مشائخ سے ثابت ہے کہ لفظ علیہ السلام حضرت امام حسن وحسین علیہما السلام اور ان کے علاوہ دیگر اہل بیت کرام کے ساتھ کہنا اور لکھنا بلا قیل وقال جائز بلکہ باعث اجر وثواب ہے۔ جو لوگ اس کے خلاف ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں، ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں --- واللہ اعلم بالصواب۔

تبصرہ کتب

نوٹ: تبصرے کے لئے دو نسخے ارسال کئے جائیں

عنوان: رحمت الرحمٰن اردو شرح قصیدۃ النعمان

تالیف: سراج الامت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ وشرح: مولانا محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ۱۱۲

تاریخ اشاعت: بارِ سوم ۱۴۲۲ھ

ناشر: ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام محلہ قاضی خیلاں بازارِ کلاں پشاور شہر۔

تبصرہ نگار: سید محمد انور شاہ قادری، لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۱ پشاور شہر۔

زیر نظر کتاب سے اہل سنت کے حنفی فقہ کے امام وقائد، امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کا ایک دوسرا پہلو قارئین کرام کے سامنے آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عربی زبان کے ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ یہ قصیدہ مبارکہ آپ نے اس وقت حضور سرور عالم وعالمیان ﷺ کی شانِ اقدس میں قلمبند کیا جب مدینہ منورہ کی حاضری کے دوران بارگاہ نبوت ﷺ میں بازیابی کا شرف حاصل کیا اور سید پاک ﷺ کے حضور پیش کئے گئے عقیدت بھرے اشعار اپنے آقا ومولیٰ امام الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ آپ کی والہانہ وابستگی کا مظہر ہیں جن کے ایک ایک حرف سے رحمت للعالمین ﷺ کی الفت ومحبت کی لہریں موجزن ہو کر پڑھنے والے کی مشامِ جاں کو معطر کر دیتی ہیں۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اس قصیدے کا ذکر موجود ہے۔

یہ قصیدہ عالیہ ۵۴ اشعار پر مشتمل ہے جن میں امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیارے محبوب ﷺ کے حیات النبی، عشق رسول، رضائے مصطفیٰ، ندائے یا رسول اللہ، وسیلہ نبوی وشفاعت نبویہ، افضل الخلق، جامع الصفات، بے مثل وبے سایہ ہونے کے علاوہ متعدد محامد وفضائل اور معجزات نبویہ ﷺ

کو موضوع سخن بنایا ہے۔ فاضل مترجم و شارح حضرت علامہ مولانا محمد اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ترجمہ و شرح کا پورا پورا حق ادا کیا ہے اور ہر ایک شعر کی تشریح و وضاحت کلام الٰہی اور ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں کی گئی ہے۔ جس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قدر گہری نظر رکھتے تھے۔

قصیدہ نعمانیہ کا یہ ترجمہ و شرح پہلی بار مکتبہ مجتبائی دہلی سے تقریباً ایک صدی قبل شائع ہوا تھا۔ مکتبۂ ہٰذا کے مالک نے عربی اشعار کا منظوم اردو ترجمہ کر کے وہ ساتھ شامل کر دیا۔ دوبارہ یہی کتاب ۱۴۰۷ھ میں مکتبۂ نعمانیہ سیالکوٹ کی طرف سے طبع کی گئی اور اب تیسری مرتبہ ہمارے محترم حاجی تنویر احمد صاحب صدیقی نے اسے ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے شائع کیا اور حسب معمول مفت تقسیم کیا۔

انہی ایام میں محمد شہزاد قادری صاحب مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے بغداد تشریف لے جا رہے تھے تو حاجی صاحب نے اس کے چند نسخے انہیں دیئے تاکہ خطیب جامع مسجد امام اعظم اور خطیب جامع مسجد غوث اعظم بغداد شریف کو بطور تحفہ پیش کریں۔ چنانچہ جب وہاں پہنچ کر انہوں نے ان صاحبان کو یہ تحفہ دیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے زبانی یہ قصیدہ شریف انہیں سنایا پھر ایک نسخے پر اپنے تاثرات قلم بند کر کے اپنے دستخط کئے اور مہر ثبت کر کے عنایت فرمایا تاکہ اسے ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور کی لائبریری میں رکھ دیا جائے چنانچہ اس نسخے کی قدر و قیمت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے جو لائبریری ہٰذا میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ پشاور سے باہر سکونت پذیر شائقین مبلغ ۲۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر یہ خوبصورت کتاب حاصل کر سکتے ہیں۔

کتاب کا عنوان: اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ

مصنف: میاں ظاہر شاہ قادری

مطبوعہ: مکتبہ غوثیہ مدین سوات

صفحات: ۵۵۰

ہدیہ: ۱۵۰ روپے

تبصرہ نگار: علاء الدین عدیم

حضرت اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار پشاور میں بیرون شہر ہزار خوانی روڈ پر ہے، حضرت سید علی غواص المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ زیر نظر کتاب حضرت اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے متعلق مذہبی تاریخی علمی و ادبی واقعات کا مرقع ہے مگر اس میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات، مریدین، خلفاء، اولاد و تعلیمات کا تفصیلی ذکر بھی شامل ہے۔ فاضل مصنف خود بھی حضرت اخون درویزہ کی اولاد میں سے ہیں اور امر واقعہ یہی ہے کہ انہوں نے جس جانفشانی اور لگن کے ساتھ اپنے جد امجد کی جملہ تصنیفات سے پورا پورا استفادہ کرتے ہوئے جس انداز سے علمی تحقیق و تدقیق کا فریضہ انجام دیا یہ انہی کا حصہ تھا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بکثرت ملحد، بدعقیدہ، گمراہ اور جعلی خود ساختہ پیر پیدا ہو گئے تھے جو عام لوگوں کو گمراہ کرنے اور بھٹکانے میں مصروف تھے، یہ سب عقائد اہل سنت والجماعت سے منحرف تھے۔ حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت اور حکم سے ان تمام گمراہوں کے ساتھ مقابلے کئے، ہر گمراہ کو شکست فاش دی، ان کا قلع قمع کر دیا۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مقابلے اور مناظرے ان ملحدین کے سرغنہ پیر روشان المعروف پیر تاریک کے ساتھ ہوئے جو ان سب سے بڑا گمراہ، ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج انسان تھا، اس کا نام بایزید انصاری تھا۔ وہ بظاہر اپنے آپ کو مسئلہ وحدۃ الوجود کے داعی کے طور پر پیش کرتا تھا مگر اس کے باقی تمام عقائد اور تعلیمات اسلام کے خلاف تھیں جو اس سے منسوب کتاب ''خیر البیان'' میں شامل ہیں۔ حضرت اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے رد میں ''تذکرۃ الابرار والاشرار'' تحریر فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی ''ارشاد الطالبین'' اور ''ارشاد المریدین'' یہ تینوں کتابیں فارسی میں اور ایک کتاب ''مخزن الاسلام'' پشتو میں لکھی، اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ میں بھی حضرت اخون درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین اور معاندین

تھے مگر میاں صاحب موصوف کے لئے زیرِ بحث کتاب لکھنے کا محرک غالباً یہ ہوا ہے کہ آج کے دور میں بھی سوات کے ہی ایک شخص شیر افضل بریکوٹی نے ایک کتاب بایزید انصاری المعروف پیر روشان پر اور دوسری کتاب پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ پر لکھی جو اغلاط و خرافات کا پلندہ ہے۔ میاں صاحب موصوف نے اس کا نوٹس لیتے ہوئے اپنی اس کتاب میں حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ اور اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف منفی واقعات کا بھرپور رد کیا اور اس سلسلہ میں جو کچھ بھی لکھا ہے پوری سند اور دلیل کے ساتھ لکھا ہے۔

میاں صاحب نے بہت مختصر عرصہ میں اتنی ضخیم کتاب مرتب کر کے جس طرح پیش کی ہے اس پر حیرت ہوتی ہے ان کی کم و بیش چالیس پچاس تصنیفات میں یہ کتاب سب سے زیادہ مبسوط اور ضخیم ہے، جسے انہوں نے مضبوط خوبصورت جلد اور سہ رنگے ٹائٹل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مآخذ کی جو فہرست دی گئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے مرتب کرنے میں انہیں کتنی محنت کرنی پڑی ہو گی۔ ان کے تحقیقی کام کی پذیرائی کا یہ عالم ہے کہ امریکہ کی لائبریری آف کانگریس کی طرف سے ان کی ایک کتاب کو لائبریری میں شامل کرنے کے لئے اس کی مائیکروفلم کی تیاری کے سلسلہ میں ان سے رجوع کیا گیا۔ اس سلسلہ میں لائبریری آف کانگرس کے خط کا عکس بھی زیرِ نظر کتاب کے آخر میں چھاپ دیا گیا۔ اس کا علاوہ کتاب پر ڈاکٹر ہدایت اللہ نعیم، ڈاکٹر حافظ عبدالغفور، پروفیسر لطیف الرحمن، مفتی مولانا خلیل الرحمن، محمد پرویش شاہین اور سید محمد طاہر بخاری ایسے حضرات نے اپنی تقریظات بھی تحریر کی ہیں۔

تاہم معلوم ہوتا ہے میاں صاحب اپنی اس کتاب کو جلد منصۂ شہود پر لائے ہیں، قدرے عجلت سے کام لیا ہے اسی لئے طباعت سے پیشتر اپنے مسودہ پر غالباً نظرِ ثانی کا موقع نہیں ملا ورنہ پروف کی وہ غلطیاں جو رہ گئی ہیں ان سے یہ کتاب پاک ہوتی۔ اس کے باوجود اس قدر وقیع ریسرچ اور تحقیقی مواد کی بدولت یہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ تمام علمی حلقوں میں اس کی کماحقہ پذیرائی کی جائے اور تمام تعلیمی اداروں کالجوں یونیورسٹی وغیرہ کی لائبریریوں میں جگہ پائے، کتاب مکتبہ غوثیہ مدین سوات یا دارالاخلاص صدف پلازہ قصہ خوانی محلہ جنگی پشاور سے حاصل کی جا سکتی ہے۔